بسم اللہ الرحمن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی القَرْیَۃ

# الحکم

سنہ ۱۳۲۱ ہجری
قادیان دارالامان

چو لویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳۸ — مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ بروز شنبہ — جلد ۷




## کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

### بیعت کی غرض

(۲۹ ستمبر ۱۹۰۳ء کی شام کو بیعت لینے کے بعد حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر)

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اسکو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکی بیعت کی کیا غرض ہے؟ کیا وہ دُنیا کے لئے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے؟ بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ انکی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے ورنہ بیعت سے ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں انہیں پیدا نہیں ہوتا ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں۔ ایسے لوگوں کو جو دُنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ

> دنیا روزے چند آخر کار با خداوند
> یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گذر جاوے گی خواہ تنگی میں گذرے خواہ فراخی میں مگر آخرۃ کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے

وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا انقطاع نہیں ہے پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالیٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا کا فضل اس کی دستگیری کریگا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوگا اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپروائی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اسکا انجام خطرناک ہے۔

اس لئے بیعت کرنے کے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بے فائدہ ہے لیکن اگر دین کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری اُمید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہ کی کشش سے پاک ہونے والے ہیں حقیقت میں توبہ حقیقت میں ایک ایسی شے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کیجاوے تو اس کے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اسکو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنیوالا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یعنے توبہ سے پہلے کے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ اوس وقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات تھے۔ اور جو بے جا حرکات اور بے اعتدالیاں اوس کے چال چلن میں پائی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اون کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے۔ پس اگر اوس نے خدا تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہیئے کہ اب ایسی گناہ کا حساب نہ والے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی

# قرآن کریم پر تدبر کی کسقدر ضرورت ہے

۱- جو شخص تذکرہ قرآنی اور آیات الٰہی سے منہ پھیرتا ہے۔ وہ بڑا ظالم اور خدا کا مجرم ہے اللہ تعالے اوس کو دنیا میں ذلیل خوار کرتا ہے اور آخرت میں بھی کرے گا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ ثم اعرض عنہا انا من المجرمین منتقمون اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جسکو اس کے رب کی آیتوں سے یاد دلائی گئی پھر وہ منہ پھیر لیا ہم تو ایسے مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی "اور جسنے میرے ذکر سے منہ پھیرا پس تحقیق اوس کے واسطے گذران تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اوس کو اندھا اوٹھاویں گے"۔ پس اے مسلمانوں کیا تذکرہ قرآنی سے آپ اعراض کرتے رہوگے اور تا بکے۔ کیا اوس کی ابھی تک اشد ضرورت نہیں ہے کیا تذکرہ قرآنی سے اس اعراض کرنے کی حالت میں دنیاوی یا دینی فلاح کی امید رکھہ سکتے ہو کیا یہ آیات آپ کی نظروں میں سرسری اور لغو ہیں۔

۲- غفلت میں انسان اعمال کے نتائج سے عبرت حاصل نہیں کر سکتا بلکہ بے خبر بدمست اور بدکاری میں غرق رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون لوگوں کے واسطے اونکا حساب قریب ہوگیا پر وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظالمین۔ ہائے ہماری کمبختی کہ ہم تحقیقت میں اس حال سے غفلت میں تھے بلکہ ظالم بنے رہے پس اے مسلمانوں کب تک غفلت کیشی بیخبر اور بدمست بنے رہوگے اور اذکار قرآنی کی طرف رجوع نہ کروگے۔

۳- غفلت سے انسان حیوان لایعقل بنجاتا اور ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اوس کی اصلاح غیر ممکن ہوجاتی اور سمجھ اور صلاحیت کے قوے مارے جاتے ہیں۔ بلکہ نصیحت کی بات اور ذکر الٰہی سے بدکتا اور متنفر رہتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ارایت من اتخذ الٰہہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا کیا تو اوس کی وکالت کر سکتا ہے۔ کیا تو گمان کرتا ہے کہ اکثر اون میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں۔ نہیں نہیں وہ تو چوپاؤں کے مشابہ ہیں بلکہ اون سے بھی زیادہ بے راہ فما لہم عن التذکرۃ معرضین کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔ پس اون کو کیا ہوا کہ تذکرۂ قرآنی سے منہ پھیرتے ہیں۔ گویا کہ وہ بھاگ جانیوالے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگ جاتے ہیں"۔ پس کب تک قرآنی اذکار سے دور اور متنفر ہوکر اللہ کریم کے ان قوانین سے بے خوف بنے رہوگے۔ کیا غفلت کی کوئی انتہا باقی ہے یا الفاظ ربانی میں کوئی مبالغہ یا لغو ہے جسکو سرسری سمجھتے رہوگے۔

۴- غفلت بد فہمی بے ایمانی دنیا پرستی اور استغنا عن اللہ کا نتیجہ ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا۔ "کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم سے سبقت لے جائینگے والذین کفروا عما انذروا معرضون مگر کفار کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ تنبیہ اور نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں پس کہاں تک غفلت کو اختیار کروگے اور اوس سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کروگے

۵- غفلت میں انسان کامل غیر مستقل رہتا ہے۔ اور آخر کار دینی و دنیاوی خرابیوں کا باعث بنجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیر اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجہہ خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ہو الخسران المبین "لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ ایک کنارہ پر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ پس اگر بھلائی اوسکو پہنچے تو اوس سے مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو جدہر سے آیا تھا اوٹا اودہر کو ہی لوٹ جاتا ہے دنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی یہی تو صریح بربادی ہے پس کیا اسواسطے غافل ہوکر خسر الدنیا والآخرۃ میں پھنسے ہو کیا یہ الفاظ خداوندی سرسری ہیں اور قابل توجہ نہیں ہیں۔

۶- داہیات قصے انسان کو نامعلوم طور پر ایسا بیدین بنادیتے ہیں کہ وہ آیات الٰہی کو ہنسی سمجھنے لگتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذہا ہزوا اولئک لہم عذاب مہین۔ اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو بیہودہ قصے مول لیتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بہکاوے اور آیات الٰہی کی ہنسی بناوے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔ پس کہاں تک داہیات قصوں اور ناولوں کے مشتاق اور قرآنی اذکار سے متنفر رہوگے۔ کیا بیہودہ قصوں کے رواج سے چاہتے ہو کہ آیات الٰہی کی ہنسی ہو اور راستبازی سے دور جا پڑو۔ اور عذاب مہین میں گرفتار ہوجاؤ

۷- جو لوگ آخرت کو بھلا دیتے ہیں وہ خود عذاب شدید کے مستحق اور دوسروں کی گمراہی کا موجب بنتے ہیں وہ شیطان کے بندے اور شیطانی گروہ میں شامل اور دنیا اور آخرت میں برباد ہونیوالے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لہم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب فویل للقاسیۃ قلوبہم من ذکر اللہ اولئک فی ضلال مبین ؕ تحقیق جو لوگ اللہ کی راہ سے بہکانے والے ہیں اون کے واسطے عذاب شدید ہے کیونکہ اونہوں نے زمانہ حساب کو بھلا دیا اور اون لوگوں پر جن کے دل ذکر الٰہی کی طرف سے سخت ہوگئے یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں استحوذ علیہم الشیطان فانسٰہم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون شیطان نے اونپر قابو پالیا۔ پس اون کو اللہ کے ذکر سے غافل بنا دیا۔ یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں۔ خبردار تحقیق شیطانی گروہ برباد ہونیوالا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین جو شخص ذکر رحمن سے غافل ہوتا ہے ہم اوس پر شیطان کو قابض کردیتے ہیں پس وہ اوس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ پس کیا غافل ہوکر دن رات یہی چاہتے ہو کہ شیطانی گروہ میں شامل ہوجاؤ لغو پسند کذاب مفتری اور بے ایمان بنے رہو اور حق و سعادت کے راستوں سے دور جا پڑو۔

۸- غفلت سے بھولے ہوئے لوگ انکل بازیوں سے لعنت الٰہی کے نیچے آجاتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے قتل الخراصون الذین ہم فی غمرۃ ساہون انکل باز لوگ ہلاک ہوں جو غفلت میں بے خبر ہیں۔ پس کیا غفلت میں انکل بازیوں سے بے باک زندگی بسر کروگے

۹- نصیحت اور یاد دہانی مومنوں اور خدا ترسوں کے واسطے مفید ہے مگر جہنمیوں کے واسطے غیر مفید ہوتی ہے پس سعید و شقی اور جنتی اور جہنمی کی یہی شناخت ہے کہ وہ نصیحت کو مانتا ہے یا نہیں۔ تذکیر سے عبرت زدہ ہوتا ہے یا نہیں اور ذکر الٰہی کو چاہتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے فذکر ان نفعت

الذکریٰ سیذکر من یخشیٰ و یتجنبہا الا شقی الذی یصلی النار الکبریٰ۔ پس تو نصیحت کر جہاں تک نصیحت مفید ہو جو خدا ترس ہے وہ نصیحت پذیر ہو جائے گا۔ مگر وہ بدبخت گریز کریگا جو بڑی آگ میں داخل ہونیوالا ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین اور تو نصیحت کر بیں تحقیق مومنوں کو نصیحت سودمند ہوتی ہے پس کیا نصیحت کی بات سنوگے یا اوس سے ضد اور نفرت رکھوگے کیا سعادت کی حجت اپنے نفس پر قایم کروگے یا شقاوت کی جنت کی یا جہنم کی نجات کی یا ہلاکت کی۔

۱۰۔ جب قساوت قلبی اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ تب سنت اللہ یہ ہے کہ رحمت اور ہدایت کے سامان پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جتنے سعید لوگ ہیں از سر نو زندہ ہو جاتے مگر بدبخت لوگ سرکشی اور مخالفت کی وجہ سے اور زیادہ برباد ہو جاتے ہیں اس کی حقیقت بعینہٖ ایسی ہے جیسے کہ خشک موسم کے بعد جبکہ زمین مردہ پڑ جاتی ہے بارش ضرور آتی اور صحیح تخموں اور جڑوں کو نشو و نما دیکر سرسبز کر دیتی ہے مگر گلے ہوئے تخم اور جلدی گل سڑ جاتے ہیں اب چونکہ غفلت کیوجہ سے قساوت قلبی اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ چکی ہے اس لئے سنت اللہ کے مطابق رحمت و ہدایت کے سامان بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون۔ کیا مسلمانوں کے واسطے وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ذکر قرآن کے لئے اون کے دل گداز ہوں اور اون لوگوں کی طرح نہو جائیں جنکو پہلے کتاب دی گئی تھی پھر اون پر ایک مدت مدید گذر گئی اور اون کے دل سخت ہو گئے اور اکثر اون میں سے فاسق ہو گئے۔ لوگو جانو۔ کہ اللہ زمین کو اوس کے مرے پیچھے زندہ کیا کرتا ہے ہمنے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو پس کیا مسلمانوں کے واسطے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ذکر قرآن کے واسطے اون کے دل گداز ہوں اور زیادہ غفلت سے روز بروز سیاہ باطن نہ ہوتے جائیں اور فاسقوں کی کثرت ہو جاوے۔

۱۱۔ قرآن مجید انسان کے اندر ذکر و فکر کی قوتیں پیدا کرنی چاہتا اور خود سراسر وعظ و نصیحت ہے۔ سچے قصوں اور واقعی مثالوں سے انسان کو بیدار اور خبردار کرتا اور حیوانی زندگی کے علاوہ ایک روحانی زندگی بخشنی چاہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ان ھو الا ذکر للعالمین۔ یہ تمام جہانوں کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے پھر فرماتا ہے ان ھو الا ذکری للبشر۔ یہ تو بشر کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ پس کیا اس نصیحت کو سننا اور سمجھنا نہیں چاہتے ہو۔ کیا سوائے پند و نصیحت کے اوس کا کوئی اور کام یا مقصود ہے۔

۱۲۔ عالم کا ہر ایک واقعہ نصیحتوں کی کتاب اور خود انسان کا نفس عبرتوں کا دفتر ہے۔ قرآن مجید اون تمام نصیحتوں اور عبرتوں کی یاد دہانی سے بھرا ہوا ہے پر لوگ کچھ نہیں سمجھتے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون زمین میں اہل یقین کے واسطے نشانات ہیں اور تمھارے نفسوں میں بھی کیا پس نہیں دیکھتے۔ پس کیا عالم کے واقعات اور اپنے نفس سے تمکو کچھ عبرت حاصل نہیں ہوئی کہ احکام خداوندی کی نافرمانی سے ظاہر میں کیا حال ہو گیا اور نفس کیسے خراب ہو گئے۔ تو پھر ابھی اذکار قرآنی سے متنفر ہی رہوگے۔

۱۳۔ اپنے نفس اور زمانہ کے حالات کو سوچنا اور اور خدا کا ذکر کرنا تزکیہ نفس اور ترقیات روحانی کے واسطے ضروری ہیں اس کے بغیر انسان حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون تحقیق اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ گونگے اور بہرے ہیں۔ جو اپنی عقلوں کو کام میں نہیں لاتے ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون اور اللہ شرک کی نجاست اون لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل کو کام میں نہیں لاتے۔ پھر تمام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ تم مجھکو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا اور میرا شکر کرو اور کفر مت کرو پس کیا قرآن کا کبھی ذکر نہیں کروگے اور اوس میں فکر کرنا چھوڑے رکھوگے کیا شر الدواب کا خطاب جناب الٰہی سے لے کر ہی رہوگے۔

۱۴۔ یہ سخت نادانی اور بدفہمی ہے کہ بے علمی اور بے عقلی اور رسم پرستی کو کافی سمجھکر ترقی کے واسطے کوئی آرزو اور کوئی کوشش کی جاوے نہ اصل حقیقت کی طرف نظر ہو اور نہ نتایج کی طرف غور کیا جاوے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون کیا اندھا اور سوانکھا برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے پس کیا یہی چاہتے ہو کہ قرآن کی طرف سے اندھے بے بصر رہو اور کبھی اوس کے نصایح پر غور و فکر نہ کرو اور نہ عبرت پکڑو اور جو اوس کے احکام کی یاد دہانی کرتا ہے اوس کی ایک نہ سنو۔

۱۵۔ بے سمجھے کا کام محض حیوانی فعل ہوتا ہے۔ اوس سے انسانی قلب کچھ روشنی حاصل نہیں کرسکتا قرآن مجید مثال کے طور پر فرماتا ہے ان الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ تحقیق جن لوگوں سے توراۃ اٹھوائی گئی پھر اوسکو اونہوں نے نہیں اوٹھایا۔ وہ اوس گدھے کی مثال ہیں جو کتابیں اوٹھاتا ہو پس کیا یہودیوں کی طرح حمال الکتب بننا چاہتے ہو اور غور و فکر سے بھاگتے ہو کیا قرآن کریم سمجھنے کی چیز نہیں۔ کیا بلا سوچے سمجھے کوئی روحانی اور اخلاقی اصلاح ہو سکتی ہے کیا ایسا انسان جو قرآن کو پڑھے پر سمجھے نہیں وہ توراۃ والوں کی طرح کمثل الحمار یحمل اسفارا میں داخل نہ ہوگا۔

۱۶۔ ذکر الٰہی سے غافل ہونا شیطان کے پنجے میں پھنسنا ہے۔ پس جب غفلت طاری ہو یا بدصحبت سے بیہودہ باتوں میں لگجائے تو چاہیے کہ فوراً توبہ کرے اور غافلوں سے علیحدہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے یہی تقوے کی حقیقت اور یہی اوس کا تقاضا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم اور اگر شیطان تجھکو غافل کر دے پس یاد آنے کے بعد بدعمل لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ تحقیق متقی لوگ وہ ہیں کہ جب اون کو شیطانی وسوسہ مس کریں تو فوراً متنبہ ہو جائیں اور اوسی دم دیکھنے لگیں تو بھی تو اوسکو سمجھا سکتا ہے جو نصیحت پر چلے اور در پردہ رحمان سے ڈرتا رہے۔ پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجر کریم کی خوشخبری سنا پس کیا شیطان کے پنجے میں عمداً پھنسنا چاہتے ہو؟ پس کہاں تک ذکر الٰہی سے غافل بنے رہوگے؟ کیا قرآن کی طرف توجہ کرنا اور اوس کے تذکروں کو پڑھنا تمھارے دنیاوی شغلوں میں حارج ہوتا ہے۔

۱۷۔ مومن کو ایک روحانی عقل ہوتی ہے جس سے ہر فعل کی حقیقت اور اوس کے انجام کو خوب دیکھتا ہے چنانچہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرماتا ہے علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں اور میرے تابعین ایک بصیرت کے راستہ پر ہیں کیا آپ کو بھی روحانی بصیرت حاصل ہے اور اگر نہیں تو پھر کیوں قرآنی احکام

# عہد میثاق

عہد میثاق کی آیات قرآن شریف میں اس موقعہ پر آئی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کفار کو تقلید آبائی اور کفر اور شرک سے منع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں خدا کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار مودع ہے اور اپنے فطرت کے رُو سے ہر ایک شخص مکلف اور جواب دہ ہے کسی کو کسی شخص کی کفر و شرک میں تقلید نہیں کرنی چاہیئے نہ دوسرے کی تقلید کی وجہ سے کوئی شخص جواب دہی سے چھوٹ سکتا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں رسم آبائی کی وجہ سے شرک وکفر میں گرفتار رہا۔ اس لئے معذور ہوں بلکہ ہر ایک شخص اپنی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور میں جواب دہ ہے اور ہر ایک انسان کی فطرت میں ربوبیت الٰہی کا نقش مرتسم ہے۔ ہر ایک شخص کی فطرت میں اپنے سے بالاتر طاقت کا اقرار مودع ہے۔ وہ بالاتر طاقت ایسی ہی طاقت عظیٰ ہے جس نے ساری دنیا کو بنایا۔ سارا کارخانہ قدرت پھیلایا۔ ذرہ ذرہ اس کی ربوبیت کا مقر۔ بال بال اس کی نعمت کا ممنون احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھٰذا غافلین۔ او تقولوا انما اشرک اٰباؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدھم افتھلکنا بما فعل المبطلون وکذالک نفصل الاٰیات ولعلھم یرجعون۔

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اون کی اولاد کو لیا اور اون کو اون کی جانوں پر گواہ بنایا! کو کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ بولے کیوں نہیں ہم شاہد اور مقر رہے ہیں۔ یہ ایک الہامی طرز بیان ہے خاص عام کے سمجھانے کے لئے۔ ارواح انسانی کی فطرت میں جو اوس نے اقرار ربوبیت کا خاصہ ودیعت رکھا ہے اوسکو سوال کے پیرایہ میں بیان فرمایا۔

ان تقولوا ایسا ہم نے اس لئے کیا یعنے اقرار ربوبیت کا خاصہ جو ارواح انسانی کی فطرت میں مودع ہے اس کی حقیقت تم کو اس لئے یاد دلائی گئی ہے کہ کہیں تم قیامت کے دن کہو نہ دخیال کرو) کہ ہم اس خاصیت فطرت سے آگاہ نہ تھے۔

او تقولوا انما اشرک اٰباؤنا۔ یا کہو کہ اس سے پیشتر ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا۔ اور ہم ان کے بعد کی اولاد تھے تقلید رسمی کے طور پر یہ شرک ہم میں آگھسا اور موروثی طور پر اسے مانتے چلے آئے) کیا تو پھر ہمیں اہل باطل کے افعال کی (اون کے بناڈالے ہوئے عقاید پر جو ہم کو موروثی طور پر ملے نہ کہ آپ نکالے) ہلاک کرتا ہے۔

وکذالک نفصل الاٰیات الخ۔ اور اسیطرح ہم حقائق فطرت کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو روح کا فطری خاصہ معلوم ہو جائے اور جان لیں کہ اپنے رب کے پہچاننے کے لئے اپنی عقل کافی۔ فطرت گواہ ہے۔ پھر تقلید جاہلانہ پر اڑا رہنا یا خدا کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ کو معبود سمجھنا سخت درجہ کی حماقت اور ضلالت و سفاہت ہے۔

ولعلھم یرجعون اور تاکہ وہ تقلید آبائی سے منہ موڑ کر حقیقی رب۔ مربی اور محسن کی طرف متوجہ ہوں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے روح کا فطری خاصہ (اقرار ربوبیت الٰہی) اور وہ تعلق جو ارواح انسانی کو خدا کے ساتھ ہے۔ ایسی خوبصورتی کے ساتھ عجیب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی حکیم، دفلاسفر کی طاقت نہیں کہ بیان کر سکے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے روح کا حادث ہونا بھی بیان فرمایا ہے۔ اور روح کو جو تعلق اپنے رب کے ساتھ ہے اس کا بھی ذکر فرمایا۔ روح پر خدا تعالیٰ کی سچی حکومت کی وجہ بھی بیان فرمادے ایک طرح پر روح کی حقیقت بھی بیان فرمادی ہے اور روح کی فطرت میں اپنی ربوبیت کا اقرار جو ودیعت رکھا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے خالق و رب ارواح ہونے پر بدیہی شہادت ہے۔ اس کا بھی ذکر فرمایا۔

واذ اخذ ربک من بنی اٰدم من ظھورھم[1]۔ تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اون کی اولاد کو لیا۔ یہ بات ظاہر کردی کہ آدم کی روح علیحدہ ہے اس کی اولاد کی علیحدہ۔ اولاد کی اولاد کی ارواح علیحدہ۔ یہ نہیں کہ تناسخ کے طور پر آدم بنی آدم اولاد در بنی آدم کی روحیں ایک ہی ہوں جو آواگون کے طور پر چکر کھاتی اب میں اب میں چلی جائیں بلکہ سب کی روحیں جدا گانہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اوس کی ربوبیت کا آثار ہیں

[1] اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک حدیث میں اس طرح پر وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرفات کے مقام میں آدم کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا اور چیونٹیوں کی طرح اون کو پھیلادیا اور پھر ان سے سامنے ہو کر کلام کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ بولے کیوں نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(بقیہ حاشیہ کالم ۲) کہ میں تمہارے اس اقرار پر سبع سموات اور سبع ارضین اور تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں اور خوب سمجھ لو کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پس میرے ساتھ شریک نہ کرنا اور میں اس اقرار کے یاد دلانے پر تمہارے پاس انبیا کو بھیجوں گا۔ اور کتابوں کو اتاروں گا۔

لیکن حدیث بھی نبوت کا ایک طرز بیان ہے جس میں فطرت انسانی میں اقرار ربوبیت کے مودع ہونے کو ایسی حسی اور تمثیلی پیرایہ میں ظاہر فرمایا گیا ہے جیسا کہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور کئی جگہ تمثیلی پیرایہ میں بعض معارف کو بیان فرمایا ہے سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ ہم نے امانت کو یعنے اس ذمہ داری کو جو انسان پر عائد ہے آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ اور ان پر لادنا چاہا۔ تو اونھوں نے اس کے اوٹھانے سے انکار کیا۔ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس بوجھ کو اوٹھا لیا۔ یقیناً وہ بڑا ہی ظلوم جہول ہے اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر فرمایا ہے کہ وہ ڈیوٹی جو انسان کے متعلق ہے۔ پہاڑ زمین آسمانوں میں سے کسی فطرت میں اس کے اوٹھانے کی قابلیت نہیں تھی صرف انسان ہی میں تھی مگر اس کو باسانی سمجھانے کے لئے ایک تمثیلی پیرایہ میں ادا فرمایا ہے کہ جو فرائض و خدمات انسان سے متعلق ہیں وہ زمین آسمان اور پہاڑ وغیرہ ہر چیز کے سامنے پیش کئے گئے مگر کوئی اس بار امانت کو اوٹھانے کے قابل نہ تھی صرف انسان ہی میں اس بوجھ کے اوٹھانے کی قابلیت تھی۔ اور وہی فطرتاً اس بار امانت کو

# حضرت حجۃ اللہ امام الملۃ کے مکتوبات

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔

مقلدین و غیر مقلدین کے بارہ میں جو آپنے خط لکھا تھا کہ اونمیں کس فریق کی زیادتی ہے سو اس عاجز کی دانست میں مقلدین و غیر مقلدین کے عوام افراط و تفریط میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اگر وہ صراط مستقیم کی طرف رجوع کریں تو حقیقت میں ایک ہی ہیں۔

دین اسلام کا مغز اور لب لباب توحید ہے۔ اسی توحید کے پھیلانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور قرآن شریف نازل ہوا۔ سو توحید شرک اس بات کا نام نہیں جو خدا تعالیٰ کو زبان سے واحدہ لاشریک کہیں۔ اور دوسری چیزوں کو خدا تعالیٰ کی طرح سمجھکر اون سے مرادیں مانگیں اور نہ توحید اس بات کا نام ہے کہ گو بظاہر تقدیری اور شرعی امور کا مبدا اُسی کو سمجھیں مگر اوس کی تقدیر اور تشریع میں دوسروں کا اسقدر دخل روا رکھیں کہ گویا وہ اوس کے بھائی بند ہیں مگر افسوس کہ عوام مقلدین (حنفی) ان دونوں قسم کی آفتوں میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اُن کے عقائد میں بہت کچھ شرک کی باتوں کو دخل ہے۔ اور اولیاء کی حیثیت کو اونہوں نے ایسا کچھ بڑھا دیا ہے کہ اربابا من دون اللہ تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ دوسری طرف امور تشریعی میں آئمہ مجتہدین کی حیثیت کو ایسا بڑھایا ہے کہ گویا وہ بھی ایک چھوٹے چھوٹے نبی مانے گئے ہیں۔ حالانکہ جیسا امور قضا و قدر میں وحدت ہے ایسا ہی تبلیغ احکام شریعت میں بھی وحدت ہے۔ مقلد لوگ تب ہی راستی پر آسکتے ہیں اور اوسی حالت میں انکا ایمان درست ہو سکتا ہے جب صاف صاف یہ اقرار کر دیں کہ ہم آئمہ مجتہدین کی خطا دیکھ کر ہرگز تسلیم نہیں کرینگے۔ غضب کی بات ہے کہ غیر معصوم معصوم کی طرح مانا جائے۔ ہاں بیشک چاروں امام قابل تعظیم و شکر گذاری کے ہیں۔ اُن سے دنیا کو بہت فوائد پہنچے ہیں مگر اون کو ہمیشہ کے درجہ پر سمجھنا صفات نبوت اون میں قایم کرنا اگر کفر نہیں ہے تو قریب قریب اوس کے تو ضرور ہے۔ اگر آئمہ اربعہ سے خطاء ممکن نہ تھا تو پھر باہم اونمیں صدہا اختلاف کیوں پیدا ہو گئے اور اگر اون سے اپنے اجتہادات میں خطاء ہوئی تو پھر اون خطاؤں کو صواب کی طرح کیوں مانا جائے۔ یہ بڑی عادت مقلدین میں نہایت شدت سے پائی جاتی ہے ہر ایک بات [illegible] کہ ایسا ہی اُن پر شریت بوجہ سے حملہ کریں اور خدا کے جلشانہ پر بھروسہ کر کے زید عمرو کی ملامت سے نہ ڈریں۔ اور وہ لوگ جو موحدین کہلاتے ہیں

اکثر عوام الناس اونمیں سے اولیاء کی حالت اور مقام کے منکر پائے جاتے ہیں۔ اونمیں خشکی بھری ہوئی ہے اور جن مراتب تک انسان بفضلہ تعالیٰ ہو سکتا ہے اوس سے وہ منکر ہیں بعض جاہل اون میں سے آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم سے ہنسی بھی کرتے ہیں۔ سو ان حرکات بیجا سے وہ کافر نعمت ہیں اور طریق فکر و توحید حقیقی و ذوق و شوق و انس و محبت سے بالکل دور و مہجور پائے جاتے ہیں خدا تعالیٰ دونوں فریقوں کو توفیق راہ راست بخشے

۸۔ جون ۱۸۸۶ء

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا میری نسبت جو آنمکرم نے خود لکھا کہ آپ کسی بیجا امر کا ظن رکھتے ہیں اس ظن کی بنا صرف [illegible] پر ہے بہتوں نے نبیوں کی نسبت بھی ایسے ہی ظن کئے پھر جب کسی وقت صحبت میسر آئی تو جسکو حق کے ساتھ مناسبت تھی خدا تعالیٰ نے اوس کے وساوس دور کر دئے۔ سو اگر آپ صحبت سے بھی گریز ہیں اور ملاقات سے کنارہ تو پھر اس بیماری کا کیونکر علاج ہو۔ دعا بھی انہیں لوگوں کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ جو اپنے تعصب اور سوء ظن کو کچھ کم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو انکار میں غایت درجہ غلو تھا اون کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھ سود مند نہ ہوئی اور جو آپ اون سے وساوس کے دور کرنے کے لئے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ میرے گمان میں اس آرزو کی بنیاد اخلاص پر نہیں کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی کنارہ ہیں تو آپ کو میری ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیگی میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ آپ ایک رسالہ مستقلہ اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپوا کر میرے پاس بھیجدیں مگر رسالہ ایسا ہونا چاہئیے جسمیں وہ سب دلائل مندرج ہوں جنسے تائید اپنے دعویٰ کے آپ دے رہے ہیں۔ اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور ہر ایک منصف کو کافی رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے۔

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اسطور سے متمم و مکمل ہے جو کچھ پہلی تحریرات سے کچھ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا۔ صرف وہ امر تائید یا کسیقدر مفصل قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری ہزارہا صداقتیں کہ جو اسی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہو چکی تھیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی ارادہ کیا ہے کہ انکا اعادہ قرآن شریف ضروری نہیں ان کے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہئے ورنہ ایمان اور عمل اور علم ناقص رہیگا۔ اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا۔ اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب ہے۔ اور اوسکی

تکمیل اوس تمام ذخیرہ کتب پر موقوف تھی کہ جو حضرت آدم سے لیکر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوتی رہی ہیں تو چاہئیے تھا کہ خدا تعالیٰ وہ تمام کتابیں روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے میسر کر دیتا یا قرآن شریف میں اون کے نام بتلا دیتا مگر اوس نے تو بجز حضرت موسیٰ کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انجیل کے اور کسی کتاب کا نام بھی نہیں بتلایا اور جن کتابوں کا نام بتلایا اوس کے ساتھ یہ دل توڑنے والی خبر دیدی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں۔

غرض اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں آپ جمع کر کے ہمکو دکھلا دیں جن کے نزول و الحاق پر قرآن شریف کی تکمیل موقوف ہے اور اگر وہ نہوں تو پھر قرآن شریف ناقص رہ جاتا ہے میری دانست میں آپنے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعویٰ اپنے ذمہ لیا ہے۔ جسکا ثبوت آپکے پر محال اور ممتنع ہے۔ بیانات قرآنی سے آپ کیوں بھاگتے ہیں کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا اللہ جلشانہ فرماتا ہے یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ سو جس حالت میں اللہ جلشانہ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں تو آپ ایسی جامع کتاب کو کیوں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں آپ کے لئے یہ طریق بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جو آپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف کو وہ صداقتیں دکھلانے میں نامراد رہا تو آپکا دعویٰ خود ثابت ہو جائیگا کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں نہ پائی گئیں ورنہ آپ کو اس غایت درجہ کی بے ادبی سے توبہ کرنی چاہئیے کہ جس کتاب کا نام جامع الکتب اور [illegible] رکھا ہے۔ آپ اس کتاب کو ناقص ٹھہراتے ہیں۔ آپ کو ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھ تو اونمیں سے تمام نابود ہو گئیں اور کچھ تحریف کی گئیں اور کچھ ناقص رہ گئیں۔ اور اب صحت و کاملیت و جامعیت دستیاب ہونا اُن کتابوں کا محال ہے۔ پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھکر ایک زہرناک فتنہ میں لوگوں کو ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آپکے لئے ممکن نہ ہوگا اور عنقریب آپکو ندامت کے ساتھ اس منصفانہ اعتقاد سے رجوع کرنا پڑے گا زیادہ کیا لکھوں

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد

۲۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء

# ایک خط

## (گذشتہ اشاعت سے آگے)

جس سے اُس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔ ابھی تھوڑی سی مرمت اس خیالی عقیدہ کے اور باقی ہے اوس کو بھی دیکھ لیں سورہ مومنون میں آیا ہے حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون دیکھو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مر چکے ہیں۔ اونمیں اور دُنیا میں ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت تک دنیا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے دیکھو تمہارے ہی پیران عظام میں سے شاہ عبدالقادر تھا اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ اور اون کے پیچھے اٹکاؤ ہے جس دن تک اوٹھائے جائیں اے میرے مخالفو اگر تمکو کچھ خفیف سا شبہ ہو کہ یوم یبعثون سے کیا مراد ہے۔ تو ان آیات کو پڑھو ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون۔ پھر اگر پھر بھی تمکو یہ شبہ درپیش ہو کہ یہ آیت کافر کے حق میں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اپنی سنت مستمرہ عامہ کو بیان کرتا ہے۔ کچھ تخصیص کافر کی نہیں ہے۔ برزخ سب لوگوں کے لئے مقرر ہے۔

اگر اس بیان سے تسلی و تشفی نہیں ہوئی تو اس تمازونی آیت کو پڑھو اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی سورہ نمبر ۳۹ سیپارہ نمبر ۲۴ دیکھو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پر موت کا حکم صادر ہو گیا اور وہ مر گیا اوس کی روح کو روک دیا جاتا ہے پھر وہ واپس نہیں آسکتا ہے اور اگر شک و شبہ ہو کہ یہ نہیں ثابت ہوا کہ خدا نے عہد اور وعدہ کر لیا ہے کہ مردے دوبارہ دُنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم آیت مذکورہ بالا وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لایرجعون کے بیان میں اس امر کو ثابت کر چکے ہیں۔ اگر تم نہ سمجھے تو اوس کے مزید اطمینان کے لئے۔ احادیث ذیل بطریق اختصار مرقوم ہیں۔

(۱) امام احمد ابن حنبل اور عبداللہ ابن حمید اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اپنی اپنی کتابوں میں جو ان کے نام سے موسوم ہیں اور حافظ سعید ابن منصور سنن سعید ابن منصور

۲- یہ ثابت ہو کہ مردہ زندہ ہو کر پھر دنیا میں اپنے گھر واپس آیا ہو

۳- اگر کوئی نظیر ایسی ہو تو پیش کر وجب ہم جانیں کہ تم سچے ہو۔

سنن سعید ابن منصور میں حدیث حدیث ذیل جابر ابن عبداللہ سے لائے ہیں دیکھو (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱) یعنی جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر کیا تجھکو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا۔ اور اوس سے کہا کہ اے عبداللہ جو خواہش تجھے بجوب تر ہو اوسکو میرے سامنے پیش کر۔ تو اوس نے کہا اے میرے مولا مجھے دُنیا کی طرف واپس کر تاکہ پھر میں ایکدفعہ قتل کیا جاؤں تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میرا قطعی حکم ہو چکا ہے کہ مرتے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔

(۲) حاکم اپنی کتاب مستدرک میں حضرت جابر سے یہ حدیث یوں بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے جابر سے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اُس سے کلام کی اور کہا کہ کوئی خواہش ظاہر کر۔ کہا ہوں کہ میری رُوح کو واپس کر اور مجھے ویسا بنا دے جیسا میں پہلے تھا اور مجھے اپنے نبی کے پاس واپس کر دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ جہاد کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو عہد ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ دُنیا میں نہیں جا سکتے۔ اب جائے غور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مُردوں کا دوبارہ دنیا میں جانا میرے معاہدہ کے خلاف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر اب بھی یہ مانا جائے کہ مسیح نے مردوں کو زندہ کیا اور وہ دوبارہ دُنیا میں آئے اور رہے۔ اور پھر اونکو اولاد پیدا ہوئی تو یہ ایسی بات ہے کہ خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ یہ امر مجھ سے بھی نہیں ہو سکتا مگر ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ مسیح کر سکتے ہیں۔ آفرین اون کے ایمان و فراست پر۔ اگر اب بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معاہدہ اور سنت مستمرہ عامہ کے خلاف مردوں کو دوبارہ دُنیا میں رہنے بسنے کے لئے بھیجا ہے تو ایسی بات کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ میں اپنے معاہدہ اور سنت مستمرہ کے خلاف نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ اسمیں جھوٹ اور نقص علم یعنی جہل وغیرہ کا عیب خدا کی ذات پر عاید ہوتا ہے۔ اور خدا کی ذات سبوح و قدوس عالم الغیب والشہادۃ ہے ومن اصدق من اللہ قیلا ومن اصدق من اللہ حدیثا اوس کی شان ہے۔ وہ جھوٹا نہیں وہ قاصر الفہم جاہل نہیں۔ بہت عرصہ ہوا کہ ایک پیرجی صاحب نے یہ مسئلہ نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی جھوٹ بولا نہیں اور نہ جھوٹ بولے گا۔ ہاں یہ عیب اس کی ذات میں ممکن ہے معاذ اللہ من ذالک تم تو اے مخالفو اس پیرجی کے بھی استاد نکلے تم نے قرآن عقاید و مسائل سے یہ ثابت کر دیا کہ ہاں خدا نے جھوٹ بولا ہے اور کذب اوس کے کلام میں واقعہ ہے اور اوس نے اپنی کم فہمی سے پہلے کچھ قانون مقرر کیا تھا جب اوس کو اپنے اس قانون کا نقصان اور اوس قانون کی خرابی بعد کو

معلوم ہوئی اور ثابت ہوئی تو اُس نے اپنے اس قانون کو بدل دیا۔ پہلے سے اوس کو یہ خرابی معلوم نہ تھی وہ جاہل تھا۔ افسوس اے مخالفو تمہارے ایمان پر اور تمہارے علم قرآن پر اسی بنا پر تم فہم قرآن کا دعوےٰ کرتے ہو اور اوس کے کلام میں اختلاف کثیر ثابت کرتے ہو حالانکہ خدا کریم تمہاری فہم کا مخالف ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میرے کلام میں اختلاف نہیں ہے اور یہی دلیل ہے اوس کے اپنی کلام ہونے کی ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ حضرت عمر جیسے اصلی اہل زبان جن کی مادری زبان عربی تھی وہ تو برسوں میں سورہ بقر کو رسول کریم سے سمجھیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ بغیر پڑھے اور بغیر اوس کے کہ راسخین فی العلم سے اوس کو سیکھیں اور سمجھیں ہمکو قرآنی معارف میں دخل تام اور ملکہ حاصل ہو جائے۔ یہ کیا تمہاری ایمانی فراست ہے اور یہ کیا تمہاری قدردانی قرآن کی ہے اب میں جابر والی روایت اور طریق سے بیان کرتا ہوں تاکہ تائید پورے طور سے ہو جائے۔

(۳) ابو نعیم اصفہانی اپنی کتاب حلیہ ابو نعیم میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ اے جابر میں تمہیں عمدہ خبر سُناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اپنے سامنے بٹھا کر کہا کہ اے میرے بندے جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دونگا اوس نے کہا اے میرے رب میں نے تیری عبادت کا حق جیسے چاہیے تھا ادا نہیں کیا اس لئے میں تیرے حضور میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ مجھے پھر دُنیا میں بھیج تاکہ میں تیرے نبی کے ساتھ ہو کر جہاد کروں اور تیرے ہی لئے پھر ایک دفعہ مارا جاؤں اسپر اللہ نے کہا یہ بات تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ مجھ سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ تو دُنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔

(۴) شرح مواہب لدنیہ زرقانی جلد ۱ صفحہ ۷۳ - (روی ابی بکر بن مردویۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا جابر الا اخبرک ما کلم اللہ تعالیٰ احدا قط الا من وراء الحجاب وانہ کلم اباک فقال سلنی اعطیک۔ قال اسئلک ان اردنی الی الدنیا فاقتل فیک ثانیۃ فقال الرب عزوجل انہ سبق منی انھم لا یرجعون الی الدنیا اور دیکھو حدیث جابر ابن عبداللہ کی۔ جو مشکوٰۃ شریف میں بھی مروی ہے۔ عن جابر قال لقینی رسول اللہ صلعم فقال یا جابر مالی اراک منکسرا قلت استشھد ابی وترک عیالا و دینا قال افلا ابشرک بما لقی اللہ بہ اباک قال فکلمہ کفاحا قال یا عبدی تمن علی اعطک۔ قال تحیینی فاقتل فیک ثانیۃ قال الرب تبارک وتعالیٰ انہ قد سبق منی انھم لا یرجعون رواہ الترمذی

اب ہمارے مخالفین ان احادیث سے خوب اپنی تسلی و تشفی کر لیں کہ ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ مردے دُنیا میں دوبارہ نہیں بھیجے جاتے اور یہ بھی معلوم کر لیں کہ بعض جہل مرکب لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں مردوں سے کبھی کلام نہیں کیا اور اون سے کبھی سوال

جواب نہیں ہوا محض فضول و لغو خیال ہے کیونکہ اس حدیث میں سوال و جواب موجود ہے اور یہ سوال و جواب عالم برزخ میں ہی ہوا۔ اے حضرات منکرین عقل کی آنکھوں سے تعصب کا حجاب دور کرکے حدیث کے الفاظ پر غور کرو۔ کتاب مستدرک الی قضیت انھم لا یرجعون۔ زرقانی۔ انہ سبق منی انھم لا یرجعون۔ ترمذی۔ قد سبق منی انھم لا یرجعون۔ حلیہ ابو نعیم اصفہانی۔ انہ قد سلف منی انک الیھا لا ترجع۔ مسند امام احمد ابن حنبل الی قضیت انھم لا یرجعون۔

امید ہے کہ اگر تم میں بوئے ایمان کچھ بھی ہے تو ضرور بخاری دل شوخی قلبی عداوت نشانہ سہام ہلاکت بنیگی۔ اور یہ تم خوب جان لو کہ تمہارے شپرچشم ہونے سے چشمۂ آفتاب پر کیا نقص عاید ہو سکتا ہے۔ یا الہٰی تراو قان ہے کہ اک عالم ہے گو وہ سب رسمیں ہتیا نکلا ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور۔ ایسا چمکا کہ صد نیر بیضا نکلا۔ زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں۔ جس کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا۔ جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں۔ جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا۔

اصلی اور سچی بات تو یہی ہے کہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مردے دوبارہ دنیا میں آجایا کرتے ہیں جب ہم قرآن شریف پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند کریم رب العالمین علام الغیوب ہادی حقیقی نے وہ امور جو انسانی ضروریات کیلئے ضروری تھے سب کے سب اپنے کلام پاک میں مشرح طور پر مذکور فرمائے ہیں یہانتک کہ قرآن کریم میں انسان کے مرنے کے وقت کی وصیت اور اوس کے مرنے کے بعد اوس کے ترکہ کی تقسیم کی پورے طور سے تشریح کیگئی ہے۔ اور نیز یہہ بیان کر دیا گیا ہے کہ اوس کی بیوی کب تک اوس کے مرنے کے بعد عدت میں رہے... الحاصل ہونے کے متعلق جسقدر تمدنی محاملات سے انسان کیلئے ضروریات پیش آتے تھے۔ اون کے مسائل و ہدایات کا ۔ کافی و افی بیان موجود ہے لیکن اگر سنت اللہ میں مردوں کو کسی نبی یا ولی کی دعا سے بطور اعجاز یا کرامت زندہ ہونا مسلم الثبوت و متعین الارادہ تھا جو جس موقعہ پر مال و متاع متوفی کی تقسیم میں الوثار اور اوس کی بیوہ کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے وہاں یہ بھی مسئلہ مذکور ہوتا۔۔۔ کہ اگر کوئی مرا ہوا کسی بزرگ کی دعا سے زندہ ہوکر دنیا میں واپس آجائے تو اوس کا تقسیم شدہ مال اسطرح واپس کیا جاوے اور اوس کی زوجہ جو بعد انقضائے عدت مقررہ کے کسی اور شخص سے نکاح کر چکی ہو تو اوس کو کسطرح پھر واپس ہونا چاہئیے یا نہیں ہونا چاہیے۔ یہہ مسئلہ ایک بیچیدہ مسئلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو بغیر فیصلہ کے کیونکر ترک کر سکتا تھا۔ کیا ہمارے مخالفین یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکا بیان کرنا بھول گیا۔ حاکان ربک نسیا۔ خدا تو ہرگز نہیں بھولا کرتا یہ ہمارے مخالفوں کی نافہمی اور بے عقلی ہے کہ اونہوں نے خلاف قانون الٰہی کے محض اپنے وہم اور خیال سے یہ عقاید نکالے ہیں۔ مدعا از بس ضروری تھا کہ اس مسئلہ کو خدا وند ذو الجلال

حقیقی قرآن شریف میں بیان فرماتا جبکہ اوس نے اوسکا ذرہ بھی ذکر نہیں کیا۔ تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہوا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر دنیا میں پھر واپس نہیں آتا۔ (۲) بالفرض محال اس مسئلہ کو بوجہ نادر الوقوع ہونے کے عام قاعدہ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبی فرض تھا کہ اس مسئلہ کو مشرح و منفصل طور پر بیان فرماتے لیکن جہانتک احادیث صحیحہ کا مطالعہ کیا گیا تو کہیں بھی اس مسئلہ کا اشارہ تک نہیں ملا تو پھر کیونکر مان لیں کہ مردے زندہ ہو کر دنیا میں آجاتے ہیں چونکہ آنحضرت تو افضل الرسل تھے اور تمام انبیا کی صفات کے جامع تھے۔ تو چاہیے تھا کہ جیسے اور انبیاء کی نسبت مردہ زندہ کرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان سے بھی کوئی مردہ زندہ ہوتا..... اور جب وہ خود بنفس نفیس اس امر کے مشاہدہ کرنے والے اور دیکھنے والے ہوتے تو ضرور یہ قاعدہ بھی مقرر کرتے کہ جب کوئی آدمی مر جائے اور وہ مال اور اپنی عورتیں چھوڑ جاوے تو اوس کا تقسیم شدہ مال اور اوس کی عورتیں جو دوسرے شخص کے نکاح میں آئی ہیں کیونکر واپس ہوں لیکن دنیا بھر کی کتب احادیث سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی کہ جس میں اس مسئلہ کا بیان کیا گیا ہو لہذا ماننا پڑیگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آتا یہ لوگوں کے جھوٹے قصے اور افسانے بنائے گئے ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ (۳) آثار صحابہ سے بھی کوئی تصدیق اس امر کی نہیں ہوتی حالانکہ بہت سے خوارق ان سے ظہور میں آئے اور نہ خلفائے اربعہ کو اس قسم کا کوئی مقدمہ پیش آیا کہ فلان شخص مر گیا تھا اور اوس کے مرنے کے بعد اوس کے ورثا میں اوس کا متروکہ مال تقسیم ہو چکا اور اوسکی زوجہ عدت کے بعد فلان شخص سے نکاح کر چکی مگر اب وہ دوبارہ زندہ ہوکر آگیا ہے اوس کے اور اوس کی عورت کے بارہ میں کیا کاروائی ہونی چاہئیے جبکہ ثبوت نہیں تو ضرور اسے علما نے وقت اس بات کو تسلیم کرو کہ مردوں کا زندہ ہوکر پھر دنیا میں آنا ایک بے بنیاد بات ہے ورنہ حضرت عمر وغیرہ جیسے بزرگ متقن و منتظم ایسے اہم ضروری امر کیونکر فروگذاشت کرتے جس حالت میں کہ اونہوں نے صدہا ایسے انتظامات کئے جو زمانہ سابق میں نہ تھے۔ (۴) علمائے حنفیہ نے جنہوں نے ہزارہا کتب فقہ بڑی بڑی ضخیم جلدات میں لکھی ہیں اور جنہوں نے کوئی خفیف سے خفیف امر بھی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ پیشاب اور پاخانہ اور اون کے ایک ایک قطرہ پر بحث کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اونہوں نے اپنی کتابوں میں مردوں کے زندہ ہو جانے کے بعد اور دنیا میں لوٹ آنے کے بعد انکی وراثت اور ازواج کے متعلق کوئی باب نہیں باندھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون بزرگان کے نزدیک بھی یہی امر مسلم تھا کہ مردہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اگر اس کا کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہوا اور وقوع ہوتا تو کبھی بھی یہ بزرگ ایک لمحہ کیلئے نہ چوکتے خواہ یہ بات نادر ہی کیوں نہ ہوتی۔ لیکن جب اونہوں نے ایسا نہیں کیا

تو ثابت ہوا کہ کوئی مردہ زندہ ہوکر اپنے گھر نہیں آیا کرتا۔ (۵) اگر علمائے حنفیہ سے اس بارہ میں چوک ہو گئی تھی۔ یا اون کے اعتقاد میں مردہ زندہ ہوکر نہ آتے ہوں جسکی وجہ سو اونہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث نہیں کی لیکن علمائے مالکیہ جو حنفیہ کے مسایل میں بحث بڑا اختلاف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو ضرور بیان فرماتے اور علمائے حنفیہ کو ملزم کرتے کہ ایسے اہم اور ضروری مسئلہ کو اونہوں نے ترک کر دیا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے مالکیہ نے کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ کوئی باب اس کے متعلق باندھا جس سے صریح پایا جاتا ہے کہ مالکیوں کے نزدیک بھی مردے زندہ ہوکر نہیں آیا کرتے (۶) اگر علمائے مالکیہ بھی خواہ بر سبب اعتقاد خواہ بوجہ سہو یا خطا اس مسئلہ میں ساکت رہے تو علمائے و فقہائے شافعیہ جنہوں نے ہر دو مذہب مذکورہ بالا کے مجتہدات کے خلاف بہت کچھ بیان کیا ہے اور اون کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیا لیکن اس مسئلہ میں اونہوں نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ اپنی فقہی کتابوں میں کوئی باب اسکے متعلق وضع کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مذہب کے نزدیک بھی مردے زندہ ہوکر نہیں آیا کرتے ورنہ ضرور اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کرتے اور کوئی قطعی فیصلہ لکھتے۔ (۷) اگر یہ بھی مان لیں کہ علمائے حنفیہ و مالکیہ و شافعیہ اس مسئلہ کو بھول گئے یا یہ کہ اعتقاداً وہ اوس کو جائز نہیں سمجھتے تھے تو فقہائے حنبلیہ تو ضرور اسکو زیر بحث لاتے کیونکہ یہ فرقہ زیادہ تر اپنا دستور العمل حدیث کو قرار دیتا ہے۔ لیکن جہانتک تحقیقات کی گئی یہی ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں وہ بھی ساکت ہیں تو ایسی حالت میں بجز اس کے اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ اون کے نزدیک بھی کوئی مردہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس آنا جائز و ممکن الوقوع ہوتا اور عادت الٰہیہ میں داخل ہوتا تو ضرور اس مسئلہ کے متعلق کوئی نہ کوئی فقیہ بحث کرتا (۸) اگر قرآن اور حدیث اور آئمہ مجتہدین و اصحاب رسول اس بارہ میں خاموش تھے تو ایک حضرت جنکو غوث الاعظم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جن کے نام سے ہزارہا مردوں کا زندہ کرنا منسوب کیا جاتا ہے یعنی حضرت سید عبد القادر جیلانی جو واقعی ایک بہت بڑے کامل اولیاء اللہ سے ہیں نہ بقول عوام لوگوں کے خیال اور اعتقاد کے اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہونے کے سبب ضرور ضرور اس مسئلہ پر بحث فرماتے کیونکہ اونہوں نے بھی چند کتابیں مسایل دینی پر لکھی ہیں اور خود اون کو اپنے زمانہ میں اس قسم کا مقدمہ پیش آیا ہوگا۔ کیونکہ جب اونہوں نے ہزارہا مردوں کو زندہ کیا۔ ... اور ... برس کی غرق شدہ برات کو زندہ کیا تو اون کے پسماندگان کو اون کی وراثت متعلق ضرور تنازعہ ہوا ہوگا اور اون کی عورتیں دوسرے خاوندوں سے اولاد بھی لے چکی ہونگی اور اون کے مال خرد برد بھی ہو گئے ہونگے تو ایسی حالت میں کیونکر ایک جم غفیر خاموش ہو گیا ہوگا۔ لیکن باوجود اسقدر شہرت کے ہمیں ایک نظیر بھی اون کی زندگی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ کہ کبھی کسی نے ایسا مقدمہ اون کی خدمت میں پیش ... ہو ...

# آپ بیتی

## گذشتہ اشاعت سے آگے

چونکہ میں نے اپنی بھی اُن سے غرض بتائی تھی کہ فقط اسلئے آپ کو ساتھ لیتا ہوں کہ موقع پر آپ مجھے نیک اور مناسب مشورہ دیں لیں اسی طرح انہوں نے مجھے فی الفور کہدیا اور میری اندرونی حالت یہ تھی کہ اگر ایک نہیں ہزار دفعہ بھی اس کے خلاف اگر وہ مشورہ دیتے تو میں حلقہ بگوش ہوئے بغیر اس مبارک آستانہ سے جدا نہ ہوتا مگر الحمدللہ کہ فی الفور مولوی صاحب نے مجھے میری دلی آرزو کے مطابق کہدیا لیکن انکا خاص ارادہ بالکل اس امر پر نہ تھا۔ اور اون کے لئے سب ہمارے مدراسی بھائیوں کی یہ رائے تھی۔ اگر مولوی صاحب کی مرضی بھی آجائے پھر بھی مصلحت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں چونکہ اسوقت کی مخالفت بڑی سخت تھی اور مولوی صاحب سے ابھی وہاں بہت کچھ ہونا باقی تھی۔ اس لئے میں خود اسوقت اس امر کے مخالف تھا مگر مولوی صاحب پہلے ہی نظارہ میں زخمی ہو گئے تھے۔

اس لئے وہ بجائے خود بڑی تشویش میں پڑ گئے اور استخارہ پر استخارہ کرنے لگے اور یہی فرماتے تھے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا کہ میں کیا کروں تو اس کے جواب میں میں انکو وہی کہتا تھا جو تمام احباب کی رائے تھی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ مگر وہ اون کے خلاف مرضی ہوتی تھی اور پھر استخارہ کی طرف جھک جاتے تھے اور مجھے بھی روک رکھا تھا۔

غرض چارشنبہ کے دن بعد نماز صبح اپنی عادت کے موافق چادر اوڑھ کر سو گئے اور چند منٹوں کے بعد جیسا کہ انکی عادت تھی اوٹھے اور فرمایا کہ مجھے یہی جواب ملا ہے۔ کہ مولوی نورالدین صاحب کی مشورہ پر عمل کرو۔ غرض اوسی وقت حضرت مولانا مولوی صاحب کو تشریف آوری کے لئے پیغام بھیجا اور حضرت مولانا نے اون کے اظہار کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ تو شاید بیعت کر چکے جواباً میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب نے مجھے روک رکھا ہے اسکو سنکر مولانا نے فرمایا کاش تمنے مخالفت کی ہوتی تو ابتک اسکا کچھ نہ کچھ اثر بھی محسوس کر لیتے اور پھر مولوی صاحب سے کیا پوچھنے گیا ہو؟

درہرچہ باشی زود باش۔ غرض مولوی صاحب کے مشورہ کے بعد یہی صلاح ٹھہری کہ کل شب جمعہ ہے اور ہم دونو بیعت ہو جاوینگے اور جمعہ پڑھ کر شنبہ کو روانہ ہو جاوینگے کیونکہ حضور نے وہی دن روانگی کا مقرر فرمایا تھا۔ اسکے بعد مولوی حسن علی صاحب کا یہ حال تھا کہ بار بار فرماتے تھے کہ شب جمعہ تو کل ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ابھی اس میں دیر ہے اور یہاں اتنی دیر کرنے کی برداشت نہیں ہے۔ غرض اسی روز شام کو یہ عاجز اور مولوی صاحب بیعت سے مشرف ہو گئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد کوئی دو دن ہی ٹھہرنا ہوا اور حضور سے جدا ہو گئے پھرتے پھراتے کوئی ایک مہینے کے بعد مدراس پہونچے اور وہاں حضرت مولوی سلطان محمود صاحب نے بڑا ہی اہتمام فرمایا تھا سٹیشن سے سیدہا میلاپور لے گئے اور پرتکلف دعوت دی اور ساتھ ہی اس ناچیز کو ایک ایڈریس بھی دیا صدہا مخالف بھی اسوقت جمع تھے میں نے اس ایڈریس کے جواب میں کچھ نہ کہا صرف اتنا ہی کہا کہ کل مولوی حسن علی صاحب تشریف لاویں گے اور وہ مجھسے بدرجہا افضل بھی ہیں جو کچھ ہمنے وہاں دیکھا اور پایا اسکو وہ خوب ادا کریں گے اور بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ اس کے بعد مخالفت کی آگ بہت تیز ہو گئی یہاں اب اسی سے غرض نہیں کہ یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ قبل از بیعت میری حالت کیا ہوئی اور ضرورت امام کس حد تک محسوس ہونے لگی اور پھر حضرت امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے جنپر توجہ کرنے سے کیا نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ غرض ان باتوں کا مختصر طور پر ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے سب سے اول اس امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کے بعد اپنے اندر جو تبدیلی ہوئی اوس کو مختصر الفاظ میں لکھدینا کافی ہے۔ ابتدائی عمر کے زمانہ کے بعد زمانہ اوسط اور اوس کی بعد تا زمانہ بیعت جو کچھ اپنی عملی حالت میں نے بتائی ہے اس کا ازالہ ہوتا چلا اور کوئی بیس اور پچیس برس کی ناگفتنی غلطیں اور عادتیں جو اپنے اندر تھیں اور جنکی بابت کبھی بھی خیال کرکے میں رویا کرتا تھا کہ ان برائیوں سے نجات کس طرح ہوگی اور مجھے یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا اور فی الحقیقت اگر میں ہزار کوشش کرکے بھی جان چھوڑاتا تو پھر یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ میری صحت وغیرہ میں کچھ فتور پیدا نہ ہوتا مگر حلفاً لکھتا ہوں کہ بعد بیعت وہ سب باتیں یکے بعد دیگرے ایسی رفع ہو گئیں جیسا لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اور مجھے کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی اور صحت کا یہ حال ہو گیا کہ گویا ان ارتکابوں کے وقت میں بیمار تھا اور اون کے ترک کے بعد تندرست ہو گیا۔ اور یہ صرف حضرت حجۃ اللہ امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبات کی طفیل نصیب ہوا۔

اور اب اپنے اندر وہ باتیں دیکھتا ہوں کہ بے اختیار ہو کر رب کریم و رحیم کا شکر کرتا ہوں اور ابتدائی زمانہ کو بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک اگرچہ میں ابتک اپنے آپ کو ایک گندہ بشر سمجھتا ہوں اور اپنے اندر بہت سے عیوب محسوس کرتا ہوں مگر اس مولا کریم کی جناب میں قوی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے اس حبیب کی جوتیوں کے صدقے میری مغفرت کریگا اب دوسری بات یہ کہ ضرورت امام کس حد تک محسوس ہونے لگی سو اسکے بارہ میں صرف اتنا لکھدینا کافی ہے اگر اسکا وجود جو کوئی بیس برس سے قائم ہے وہ نہ ہوتا تو یہ دنیا غارت ہی ہو جاتی اور میرا کامل یقین ہے کہ اس کے مبارک وجود کے طفیل جو سراسر رحمت الٰہی کا مظہر ہے یہ دنیا قائم ہے اور بہت کچھ برکات اور فیوض آئندہ اسکے وجود باجود سے اونکو نصیب ہونے والے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب وہ تمام باتیں عام طور پر ظاہر ہو جائیں گی۔ اگرچہ خاص طور پر اس کا مشاہدہ کرنے والے مشاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

اب تیسری بات یہ کہ اس عالیجناب امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے جو اسکا جواب بھی ہے کہ اکثر وہ سب ظاہر ہو گئے ہیں جنکا حدیثوں میں ذکر ہوا ہے اور اکثر اکابران دین پر اسی چودھویں صدی ہی میں اس کے ظہور فرمانے کا زمانہ کشفاً اور الہاماً ظاہر ہو گیا ہے اور وہ اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر بھی کر چکے ہیں اور ان سب باتوں کے مفصل تذکرہ کے لئے ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں بہر کیف بڑی کافی ہیں خدا تعالیٰ دنیا کو ان کتابوں کے دیکھنے کی توفیق نصیب کرے تو پھر کسی قسم کا شک باقی نہ رہے گا۔ اب رہی چوتھی بات کہ امام وقت کی طرف رجوع نہ کرنے کے باعث کس قسم کے آثار وقوع پذیر ہونے لگے ہیں۔ تو جواب میں یہی گذارش کافی ہے کہ عیاں را چہ بیان۔ آج کتنی سال ہوئے جو قہر الٰہی کے آثار دنیا میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ مگر خاص طور پر ہند کا جو حال ہوا ہے وہ تو پوچھو ہی نہیں۔ ابتداً تو طاعون سے ہوئی ہے مگر بعد اس کے قہر الٰہی کی وہ مختلف صورتیں جو وقتاً فوقتاً معترض قوموں پر عذاب کی صورت میں ظاہر ہوتے نظر آنے لگے ہیں اور وہ تمام عذاب جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے کسی نہ کسی صورت میں آنے لگے ہیں۔

دیکھو وبار طاعون کا حملہ باری باری سے کس طرح ہوتا آیا ہے اور ہنوز روز اول ہی کا نمونہ نظر آتا ہے پھر قحط کو دیکھئے کہ اوس نے کس طرح ملک کو تباہ کیا اور یہ عمل مطالعہ اخبارات سے بخوبی کھل سکتا ہے پھر زلزلوں کو دیکھئے کہ انہوں نے دنیا کو کس طرح ہلا ڈالا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر خطرناک خسف الارض ہوا ہے اور کہ سے لیکر دارجیلنگ تک ایک خطرناک زلزلہ آیا۔

باقی آئندہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا۔

ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور ان اپنی زندگی کے حالات پر نادم اور پشیمان رہے جو توبہ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ جب انسان کی عمر کے کئی حصّے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصّہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک حصّہ جوانی کا ہوتا ہے جس میں اس کے حسب حال جذبات کسل و غفلت ہوتی ہے۔ پھر دوسری عمر کا ایک حصّہ ہوتا ہے جس میں دغا۔ فریب۔ ریاکاری اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ غرض عمر کا ہر ایک حصّہ اپنے طرز کے گناہ رکھتا ہے۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان پر جب کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ قابل سزا ٹھہر جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم الآیۃ۔ یعنے جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آتا ہے اس کی سزا جہنم ہے وہاں نہ وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے۔ یہ ایک جرم کی سزا ہے۔ اور جو ہزاروں لاکھوں جرموں کا مرتکب ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہو اور بعد ثبوت اس پر فرد قرارداد جرم بھی لگ جاوے اور اس کے بعد عدالت اس کو چھوڑ دے تو کسقدر احسان عظیم اس حاکم کا ہوگا اب غور کرو کہ یہ توبہ وہی بریت ہے جو فرد قرارداد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کسقدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا۔ اور ان کی سزا کسقدر اس کو ملنے والی تھی جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی۔ پس تم نے جو اب توبہ کی ہے چاہیئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ ہر ایک گناہ خواہ وہ زبان کا ہو۔ یا آنکھ کا یا کان کا غرض ہر اعضا کے جدا جدا گناہ ہیں ان سے بچتے رہو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔

گناہ کی زہر رفتہ رفتہ جمع ہوتی رہتی ہے اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس بیعت کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہو اس کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں پر خط نسخ پھیر دیتی ہے۔

دوسرا فایدہ اس توبہ سے یہ ہے کہ اس توبہ میں ایک خاص قوت استحکام ہوتا ہے۔ جو مامور من اللہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر دل سے کیجاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے۔ مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کیجاتی ہے جب وہ سچے دل سے کریگا تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہوگی۔ وہ خدا خود اسے قوت دیگا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دیجاوے گی جس سے وہ اس پر قائم رہ سکے گا۔ اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں یہی فرق ہے۔ کہ پہلی کمزور ہوتی ہے۔ دوسری مستحکم کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ کشش اور دعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنے والے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں۔ اور آسمانی قوت اسے پہنچاتے ہیں جس سے ایک تبدیلی اس کے اندر شروع ہو جاتی ہے۔ اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے جو آخر ایک باردار درخت بنجاتا ہے۔

پس اگر صبر اور استقامت رکھو گے تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گذر گئے ہو۔

## غرض

اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے یاد رکھو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضاء مقصود ہو کیونکہ دنیا تو گذرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گذر جائے گی۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو اور ان کو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ۔ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ ہر آن اور ہر دم میں ہزاروں موتیں ہوتی ہیں مختلف قسم کی وبائیں اور امراض دنیا کا خاتمہ کر رہی ہیں کبھی ہیضہ تباہ کرتا ہے اب طاعون ہلاک کر رہی ہے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کون کب تک زندہ رہیگا۔ جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجاوے گی پھر کیسی غلطی اور بیہودگی ہے کہ اس سے غافل رہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو جو آخرت کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے تو وہ اس کے اور اس کے غیر میں فرق رکھدیتا ہے۔ اس لئے پہلے مومن بنو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو۔ نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کریگا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

پانچوقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضور قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو عاجزی جب پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ سمجھ آجاوے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نماز کو اپنی زبان ہی میں پڑھو۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ مسنون ادعیہ اور اذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دعا ہی کا نام ہے اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے۔ اور خاتمہ بالخیر ہو۔

اپنی بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔

## یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء

ہمارے مکرم مخدوم جناب ابوسعید عرب صاحب نے عرض کی کہ میں دو تین یوم کے بعد رنگون واپس جانیوالا ہوں حضور میرے واسطے دعا فرماویں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ دعا کرونگا۔

دنیا ایسی ہی تفرقہ کی جگہ ہے ہمیشہ موت کو یاد رکھو چند روزہ زندگی پر نازاں نہ ہونا چاہیئے جو راستی پر ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنیوالا ہو خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

# ۳- اکتوبر ۱۹۰۵ء

## درِّ ثمین

بے ثباتیٔ دُنیا | دنیا کی بے ثباتی پر مختلف ذکر ہوتا رہا اور سعدی علیہ الرحمۃ کے بعض اشعار:

شعر
جہاں اے برادر نماند بکس ✣ دل اندر جہان آفرین بند و بس
نگر تا چہ کردی زمانہ بما ✣ نماند بکس جان شیریں روا

اور اسکے ذکر کرتے رہے جنکا مضمون یہ ہے کہ زندگی اور حیات دنیا وغیرہ پڑھتے رہے۔ اس ذکر میں فرمایا

قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کو جو چیز مضر ہوتی ہے ایک دو بار کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اسکو چھوڑ دیتا ہے لیکن ہر روز موت کی وارداتیں ہوتی ہیں اور جنازے نکلتے ہیں گر ان موتوں سے یہ عبرت حاصل نہیں کرتا۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر اور کون ناصح ہوسکتا ہے۔ اور کلکتہ یا لاہور یا دوسرے بڑے شہروں میں جو مردے مرتے ہیں سب کے سب ایک دروازہ سے نکلیں تو کیا ہیبت ناک نظارہ ہو۔

پھر بعض اوقات انسان ایسی خطرناک امراض میں مبتلا ہوتا ہے کہ کوئی تدبیر اور علاج کارگر نہیں ہوتا۔ اور کوئی پیش نہیں جاتی جیسے بعض سِل والے اس قسم کے دیکھے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا اون کے اندر سے نکلتا تھا اور پھر بھی اون کو خیال ہوتا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے۔ ایک شخص میرے پاس آیا اوس کی یہی حالت تھی صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں اوس کی رہ گئی تھیں۔ باوجود اس حالت کے بھی وہ سمجھتا تھا کہ میں زندہ رہونگا۔

اور ایسا ہی ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اوس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں ایک رسولی پیدا ہوگئی ہے اور وہ دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور پاخانہ کی راہ کو بند کرتی جاتی ہے۔ وہ بیان کرتا تھا کہ میں جس ڈاکٹر کے پاس گیا ہوں تو اس نے یہی کہا ہے کہ اگر مجھے یہ بیماری ہوتی تو گولی مار کر خودکشی کر لیتے آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مر گیا۔

اصل یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخت دلی انسان کی امیدوں پر ہوتی ہے کہ اگر شام ہوتی ہے تو اون کو امید نہیں رہی کہ صبح تک زندہ رہیں گے [۶] اونہوں نے ہمیشہ موت کو قریب سمجھا ہے۔

(باقی دارد)

## حضرت حکیم الامت کے ارشادات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہہ قول مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے دو امان نازل ہوئے تھے ایک تو انمیں سے اوٹھ گیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود دوسری امان قیامت تک باقی ہے اور وہ استغفار ہے پس استغفار کرتے رہا کرو کہ پچھلی برائیوں کے بد نتایج سے اللہ تعالے محفوظ رکھے اور آیندہ بدیوں کی زہر کو دور کرے اور گناہوں سے بچاوے

لوگ حیرت اور تعجب ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن شریف بار بار قصص کیوں بیان کرتا ہے؟ مگر مجھکو ہمیشہ ایسے اعتراض پر تعجب ہوا ہے جیسے اس سوال کو بہت سوچا ہے دُنیا میں کوئی ایسا مصقلہ نہیں ہے جو ایک ہی بار جیقل کر دے۔ جسمانی غذا بھی ایک ہی بار مستغنی نہیں کرتی ایک بار کھا کر پھر بھوک لگتی پیاس محسوس ہوتی ہے جب یہ نظارہ ہم اپنے جسم میں روزمرہ دیکھتے ہیں پھر روح کے لئے ایسا قانون پاکر ہمکو تعجب کیوں ہو۔ قصص قرآنی میں بہت سے اسرار ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کے جامع تھے اسطرح یہ قصص قرآن ایک رنگ میں آپ کی پاک زندگی کے آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تمام نبیوں کے ملک فتح کئے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے ✣

خیالی ایمان انسان کا صرف خیالات ہی سے وابستہ ہو مگر جب تک عملی ایمان نہو خیالی ایمان کچھ معنے نہیں رکھتا۔ بات تب ہی بنتی ہے کہ انسان کر کے دکھلاوے

اسلام میں ایک یہ عظیم الشان خصوصیت ہے کہ وہ انسان کو غمگین ہونے نہیں دیتا مسلمان اگر مسلمان نہیں تو اوسکیں کیا غم مگر وہ ہے نہیں ہی۔

خشیۃ املاق کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا منع ہے لوگ کہتے ہیں کہ جان سے مار ڈالنا منع ہے مگر میرے نزدیک جو لوگ اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے اس لئے محروم رکھتے ہیں کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ بھی قتل اولاد کرتے ہیں دنیا کے علوم کی تحصیل پر ہزاروں روپیہ لگاتے ہیں اسلئے کہ کماکر کھلائیں۔ مگر علوم دینیہ کے لئے روپیہ نہیں ملتا۔ ناعاقبت اندیش اتنا نہیں سمجھتے کہ علوم دینیہ سے بیخبر رکھکر اونکو ابدی جہنم کے لایق بنادیا اور اون کی نیکی کی قوتوں کو قتل کر ڈالا

انسان کے نطفہ میں عادات۔ اخلاق۔ کمالات کا اثر ہوتا ہے والدین کے ایک ایک برس کے خیالات کا اثر اون کی اولاد پر ہوتا ہے جتنی بداخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں وہ والدین کے اخلاق کا عکس اور اثر ہوتا ہے کبھی ہم نشینوں اور ملنے والوں کے خیالات کا اثر بھی والدین کے واسطہ سے پڑتا ہے پس خود نیک بنو اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا تمہاری اولاد نیک ہو الولد سر لابیہ میں یہی تنبیہ ہے اولاد والدین کے اخلاق اعمال عقاید کا نمونہ ہوتی ہے ✣

## دارالامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۶- اکتوبر ۱۹۰۵ء ہی کو سو اسپور تشریف لے گئے

۲- حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت حکیم الامت صاحب خدا تعالے کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں حضرت حکیم الامت نصرمبال آریہ کے رسالہ کا جواب ختم کر چکے ہیں۔

۳- حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی بھی دارالامان میں پہنچ گئے ہیں۔

۴- دارالامان میں بھی دوسرے شہروں کی طرح موسمی بخاروں کی عام شکایت ہے اور بخار بھی شدید ہیں کوئی گھر بچا ہوگا جہاں کوئی نہ کوئی بیمار نہوا ہو

۵- ۱۷- اکتوبر ۱۹۰۵ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول موسمی تعطیلات کے بعد کھل گیا ہے لڑکے گھروں سے آرہے ہیں ✣

## استفسار

۱۵- اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ مکرمی جناب شیخ یعقوب علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مورخہ ۳۱- اگست ۱۹۰۵ء کے پرچہ الحکم میں ۱۲ صفحہ کے تیسرے کالم سے بعنوان میرے دوسرے حنفی بھائی بھی غور کریں یہ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی وفات مسیح کے قایل ہیں۔" اب مجھے آپ یا محمد حسین صاحب مضمون نگار اطلاع بخشیں کہ کس کتاب میں غور کیجاوے میں نوجوان تھا کہ اوس فاضل اجل کی رائے حیات یا ممات مسیح کی نسبت دیکھوں؟ آپ براہ مہربانی بواپسی ڈاک مفصل طور پر اطلاع دیں میرا پتہ یہ ہے۔ شاہ عبد العزیز توپخانہ بازار چھاونی میانمیر ضلع لاہور۔

۱۶- اکتوبر ۱۹۰۵ء کو مری۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی اخویم مکرم شیخ یعقوب علی صاحب سلمہ ربہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت مولانا حکیم الامت نے مسٹر دھرم پال کے ترک اسلام کے جواب میں قلم اوٹھایا ہے بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے اس کار خیر میں حضرت حکیم الامت صاحب کو بامراد اور کامیاب فرماوے۔ آمین۔ خاکسار پچاس نسخہ کی لاگت عند الطلب بھیجدیگا۔ درخواست منظور فرماکر درج فرمائی جاوے۔ والسلام۔ سب بھائیوں کو تسلیم خاکسار محمد جان احمدی وزیر آبادی حال کوہ مری ✣

---

[۶] مگر انبیاء علیہم السلام کی یہہ حالت نہیں ہوتی بلکہ صبح ہوتی تو اون کو امید نہیں رہی کہ شام ہوگی اور

## حضرت حجۃ اللہ امام الزمان کے مکتوبات

### بنام مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز اخفر عباد اللہ احمد غلام احمد عافاہ اللہ و اید۔ بخدمت اخویم مولوی اصغر علی صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا آپ کا عنایت نامہ مجھکو ملا آپ کی یہ صفت قابل تعریف ہے۔ جو آپ اس گروہ میں سے نہیں ہیں جو محض جلدباز ہیں۔ اور تعصب کے رو سے ایک مسلمان کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان بلکہ اکفر رکھتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ آپ کی تحریر سے غرض یہ تھی کہ بعض مقامات میری تالیفات میں صرفی یا نحوی یا عروضی غلطی ہے۔ اور نیز آپ کی دانست میں بعض مضامین یا فقرات یا اشعار اوروں کے چرا لئے ہیں۔ سو عزیز من اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ یہ عاجز نہ ادیب نہ شاعر اور نہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے اور نہ اس شغل میں کوئی حصہ عمر کا بسر کیا ہے اور نہ ان عبارتوں اور اشعار کے لکھنے میں کوئی معتد بہ وقت وقت خرچ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ تحریریں معمولی خطوں کی طرح ایسی اوقات معمورہ میں سے ہر روز ایک دو گھنٹے نکال کر لکھی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ کاپی نویس لکھتا گیا اور اگر کبھی اتفاقاً پورا دن ملا تو ایک ایک دن میں سو سو شعر طیار ہو گیا اور وہ بھی پورا دن نہیں کیونکہ اگر آپ اسجگہ آکر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ دن رات کس قدر مشغولی ہے۔ خطوط کا یہ حال کہ کبھی تین سو کبھی چار سو کبھی پانچ سو ماہوار آجاتا ہے اور بعض خطوط کا جواب رسالہ کی طرح لکھنا پڑتا ہے۔ مہمانداری کا یہ حال ہے کہ ایک جہان توجہ کر رہا ہے ایک قافلہ مہمانوں کا ہمیشہ رہتا ہے۔ اور عجیب عجیب صاحب کمال مدنی شامی مصری اور اطراف ہندوستان سے آتے ہیں۔ اور باعث رعایت حق ضیف بہت حصہ وقت کا انکو دینا پڑتا ہے۔ عمر کا یہ حال ہے کہ پیرانہ سالی ہے۔ ضعیف الفطرۃ ہوں علاوہ اسکے دائم المریض اور ضعف دماغ کا یہ حال ہے کہ کتاب دیکھنے کا اب زمانہ نہیں جو کچھ خیال میں گذرا وہ لکھ دیا یا لکھا دیا۔ دوران سر لاحق حال ہے ادنیٰ محنت سے گو فکر اور سوچ کی محنت ہو۔ مرض دوران دامنگیر ہو جاتا ہے عمر اخیر ہے۔ مرگ سر پر۔ تکبر اور ناز جو لوازم جوانی اور جہل ہیں کچھ تو ضعف اور پیرانہ سالی نے دور کر دیئے تھے اور بقیہ ان کا اس معرفت نے دور کر دیا جو فیاض مطلق نے عطا فرمائی۔

اب ان حالات کے ساتھ آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر کسی تالیف میں غلطی جو لازم بشریت ہے پائی جائے تو کیا بعید ہے بلکہ بعید قرینہ ہے کہ نہ پائی جائے بہتیرے نیک دل اور پرہیزگار اس جگہ رہتے ہیں اور نوبت بنوبت اچھے علما اور ادیب آتے رہتے ہیں اور ایک قافلہ بزرگوں کا لازم غیر منفک کی طرح اسجگہ رہتا ہے انسے آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عاجز کی طرز تالیف کیا ہے اگر آپ دریافت کرینگے تو آپ پر بھی ثابت ہوگا کہ تالیفات ایک خارق عادات طور پر ہیں۔ میری عمر کا یہ تجربہ نہیں کہ کوئی انسان بجز خاص تائیدات الٰہی کے باوجود اس ضعف اور دامنگیر ہونے انواع و اقسام کے امراض کے اور باوجود اس کثرت شغل خطوط اور مہمانداری کے پھر یہ فرصت پا سکے کہ بہت سا حصہ نثر موزون کا جو بعض اوقات قریب قریب ایک جزو کے ہوتی ہے مع ان اشعار کے بعض اوقات سو سو بلکہ سو سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں بتیس پہر میں لکھ دے اگر آپکا کوئی تجربہ ہو تو میں آپ سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا اور نہ میں اپنے نفس کو کوئی چیز سمجھتا ہوں۔

باوجود ان سب اسباب کے کبھی مجھکو موقع نہیں ملتا کہ جو کچھ لکھا ہے سوچ کی نظر سے اسکو دیکھوں۔ پھر اگر اسطور کی تحریروں میں اگر کوئی صرفی یا نحوی غلطی رہ جائے تو بعید کیا ہے مجھے کب یہ دعویٰ ہے کہ یہ غیر ممکن ہے ان کم فرصتوں اور اسقدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے میں اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہوں ہاں اگر غلطی ہے تو میرے نفس کیوجہ سے بعض غلطیوں کے ساتھ سہو کاتب شامل حال ہو جاتا ہے پھر کب دعویٰ ہو سکتا ہے کہ یہ کتابیں صرفی یا نحوی غلطی سے پاک ہیں۔ لیکن باوجود اسکے میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اس جلدی کے ساتھ جو کچھ نظم اور نثر عربی مخالفوں کے الزام و افحام کے لئے میرے منہ سے نکلتے تھے وہ میرے منہ سے نہیں بلکہ ایک اور ہستی ہے جو ایک جاہل نادان کو اندر ہی اندر مدد دے رہی ہے اور بیشک وہ امر خارق عادت ہے اور کسی عدو دین اور عدو کاذب فتان کو یہ توفیق ہرگز نہیں دی جائے گی کہ وہ بغیر لوازم ارتجال اور اقتضاب کے ساتھ اسکو اخیر تک نباہ سکے

اور جو سرقہ کا خیال آپ نے کیا ہے آپ ناراض نہ ہوں یہ بھی صحیح نہیں۔ ہاں عاجز کی ایک عادت ہے شاید اسکو آپ نے سرقہ پر حمل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون سوچنے وقت اگر سلسلہ تحریر میں جو روانگی کے ساتھ چلا جاتا ہے کوئی فقرہ یا بعض وقت کوئی مصرع کسی گذشتہ قائل کا دل میں گذر جائے اور مناسب موقعہ معلوم ہو تو وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے سمجھا جاتا ہے اور اس کے لکھنے میں اگر محل پر چسپاں ہو کچھ بھی حرج نہیں دیکھا جاتا۔ کیونکہ بے تکلف ہماری راہ میں آگیا اور عجب تر یہ کہ اکثر اوقات مجھے بالکل احساس نہیں ہوتا اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ مصرع یا فقرہ فلاں فقرہ یا فلاں مصرع سے بالکل مشابہ ہو گیا ہے بعض اوقات عجیب طور کے توارد سے تعجب کرتا ہوں جانتا ہوں کہ جلد باز اپنی جلد بازی اور سوء ظن سے اسپر اعتراض کرے گا مگر جانتا ہوں کہ میرا کیا گناہ ہو اگر کرے تو کرتا رہے۔ کلام فصیح اپنے کمال پر پہنچ کر ایک نور بنجاتا ہے اور نور نور سے مشابہ ہوتا ہے۔ سرقہ کے لئے جوانی اور جوانی کا زور بازو اور وسیع فرصتیں چاہییں وہ مجھے کہاں۔ اگر کوئی سرقہ کا خیال کرے تو کیا کرے جن لوازم کے ساتھ یہ تحریریں ظہور میں آتی ہیں اگر کوئی ان لوازم کے ساتھ تحریر کرکے دکھلاوے تو ایکدفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ اسکو سرقہ کی اجازت دے سکتا ہوں۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مضمون خاص کی بحث میں سرقہ کا دروازہ بہت تنگ ہوتا ہے جو شخص اس کام پڑے وہ سمجھے گا کہ یہ الزام ایسے علمی مباحث میں کس قدر بیجا ہے۔

پھر یہ بات بھی آپ یاد رکھیں کہ صرفی نحوی غلطیاں نکالنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک مخالف مولوی نے اسی طرح میری تالیف میں غلطیاں نکالیں

دوسرے اہل علم اور مخلص نے وہی غلطیاں قرآن سے نکال انکی صحت کردی ہے - ایک مخالف نے ایک شعر کے وزن میں بحث کی اسی وقت ایک ادیب عربی نے قدما میں سے ایک مسلم اور مشہور شاعر کا شعر پیش کیا - یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت کے ساتھ کئی ایک ادیب شامی مدنی اور اسی ملک کے ہندوستانی شامل ہیں نوبت بنوبت علماء اسجگہ رہتے ہیں - عزیز من صرف ونحو کا میدان بڑا وسیع ہے صلوں میں دیکھو کسقدر اختلاف ہے بعض اوقات یک ایک لفظ کے تین تین چار چار صلے آجاتے ہیں جیسا کہ بارکک - بارک اللہ لک - بارک اللہ فیک - بارک اللہ علیک - الخ -

بعض جگہ من کی جگہ عن اور عن کی جگہ من - اور فا کی جگہ با اور با کی جگہ فا اور نئے محاورہ میں بہت فرق آگیا ہے غرض یہ بڑا نازک امر ہے مجھے تعجب ہے کہ آپ کیوں اسمیں پڑتے ہیں اور کیوں ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ میں صرفی نحوی غلطیاں ملک میں شائع کروں گا - عزیز من اگر کوئی واقعی غلطی ہوگی تو ہمیں کب انکار ہے - لیکن اگر بعض آپ کی قرار دادہ غلطیاں آخری تحقیقات سے غلطیاں ثابت نہ ہوئیں تو اس انتساب کا رنجی کسکو ندامت ہوگی - نکتہ چینوں نے حریری کی بھی غلطیاں نکالیں بلکہ ان دنوں میں ایک خبیث طبع بیرنگی کے عیسائی نے قرآن کریم کی نکتہ چینی کی ہے - پھر جبکہ بد باطن معترض اعتراض کے وقت پر قرآن شریف سے بھی حیا نہیں کرتے اور اہل زبان کی نظم و نثر پر بھی حملے ہوئے تو پھر میں کیونکر کہوں کہ میں ان حملوں سے بچ سکتا ہوں - لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے کہ نکتہ چینی آسان اور نکتہ آوری مشکل ہے - مجھے ایک بات یاد آئی ہے اور معلوم نہیں کہ کب کا واقعہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی عمارت بنا رہا تھا اور ایک فضول گو جاہل اس کے سر پر کھڑا ہوا اور اسکی عمارت میں نکتہ چینی شروع کی کہ یہ طاق خراب ہے اور یہ شاہ نشین ٹیڑھا ہے معمار کاریگر اور حلیم تھا مگر غصہ آیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر تیری نکتہ چینی کی بنا کسی واقفیت پر ہے تو ذرا لگا کر مجھے بتلا ورنہ ایسی نکتہ چینی سے شرم کر جسکی بنا نادانی اور ناتجربہ کاری پر ہے - عزیز من دنیا میں بہت سے ایسے نکتہ چیں ہیں انکو اپنی لیاقت کا پتہ لگتا ہے کہ جب مقابل پر کوئی کام کرنے لگیں - علمی معارف کو فصیح اور بلیغ اور رنگین کلام میں کما حقہ انجام دینا کوئی آسان بات نہیں ہاں نکتہ چینی کا کرنا بہت آسان بات ہے ایک گنوار ریل پر سوار ریل کے موجد پر بیہودہ اعتراض

کرتا ہے کیونکہ اسکے کام میں یکسر وہ گھس ہے اور ان ... کو نہیں سوچتا جو اُسکو پیش آئیں اور ... وہ کامیاب ہوا -

... دینی کام میں لگا ہوا ہوں اگر میں ایک کمزور اور بوڑھا آدمی ہوں اور بہت کم وقت ہوگا کہ کسی کام میں میں مصروف ہوں اور آپ جوان ہیں اور علمی حماقت کا بت بھی آپ کے ساتھ ضرور ہوگا خدا تعالیٰ اسکو دور کرے اور آپ ناراض نہ ہوں بہت سے ایسے بت ہیں جو انسان انکو شناخت نہیں کرسکتا کہ سعید آدمی چاہتا ہے کہ وہ ٹوٹ جائیں تو اچھا ہو - لیکن اگر آپ کو خیال ہے کہ یہ کام انسانی عام طاقتوں کا ایک عام نتیجہ بلکہ اُس سے بھی گرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہیں تو یہ ایک بیماری ہے جسکی جڑ نفسانی تکبر ہے اگر اس عاجز کے ہاتھ سے دور ہو جائے تو شاید مجھکو اس کا ثواب ہو اور شاید آپ ایسے ہو جائیں کہ ہماری دینی خدمات کے کام آئیں - لہذا میں آپکی اس درخواست کو بسر و چشم قبول کرتا ہوں جو آپ نے اپنے خط کے اخیر لکھی ہے کہ میں مقابل رسالہ لکھنے کے لیے آیا ہوں بشرطیکہ باضابطہ اس امر کا فیصلہ ہوجائے کہ عربی انشاپردازی کے لحاظ سے جس جانب کا رسالہ بلحاظ اغلاط انقص ہوگا اسکو اپنے دعوی زبان دانی یا کشف اسرار قرآنی سے آئندہ دست بردار ہونا ہوگا فقط یہ آپ کی درخواست منظور ہے مگر عبارت اس طرح کی چاہیے کہ جسجانب کا رسالہ جو دینی علمی مضامین پر مشتمل ہو بلحاظ اغلاط و بلحاظ دیگر لوازم بلاغت و عدم بلاغت مرتبہ صحت اور عمدگی سے گرا ہوا ہو ایسا شخص آئندہ دعوی زبان دانی سے اور نیز دعوی کشف اسرار قرآنی سے دستبردار ہوا اور چونکہ کشف اسرار قرآنی الہام کے ذریعہ سے ہے اسلیے میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ اگر آپ کا بالمقابل رسالہ جو مضامین دینیہ پر مشتمل ہو بیان معارف میں باوجود التزام بلاغت و فصاحت اور رنگینی عبارت میرے رسالہ سے بڑھ جائے تو پھر اپنے الہام کے عدم صحت کا مجھے قائل ہونا پڑے گا مگر اس مقابلہ کے لیے میری کتابوں میں سے وہ کتاب چاہیے جسکی نسبت خدا تعالیٰ کے الہام نے بے نظیری ظاہر کی ہے سو میں آپکو اعلام دیتا ہوں کہ ان دنوں میں نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام نور الحق ہے اور اسکے دو حصے ہیں ایک حصہ نصاریٰ کے رد میں اور دوسرا خسوف و کسوف کے بیان میں اور دو خواب اور دو الہام سے مجھپر ظاہر ہوا ہے کہ دشمن اور مخالف اسکی نظیر

بنانے سے عاجز رہے گا - اور اگرچہ بہت ہی تھوڑا کام ہے لیکن میں نے عیسائیوں کو اس کے مقابل بنانے کے لیے دو مہینے کی مہلت دیدی ہے - انکے لیے تو صرف پندرہ دن کی مہلت کافی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ آپ یہ بار بار جھگڑا نہ کریں دو مہینے کی مہلت آپ کو بھی دیتا ہوں ایک مہینہ تالیف کے لیے اور ایک مہینہ شائع کرنے اور چھاپنے کے لیے اگر دو مہینے میں چھپکر شائع نہ ہوجائے تو معاہدہ فسخ ہوگا - اور الزام گریز آپ پر رہے گا مگر چاہیے کہ یہ کاغذ جانبین اور گواہوں کے دستخط سے کسی اخبار میں شائع ہوجائے - شرائط جس کی پابندی آپ پر لازم ہوگی وہ یہ ہیں -

(۱) دونوں حصے نورالحق جس قدر اجزا رکھتے ہیں اسی قدر اجزا آپ کی کتاب کے بھی ضرور ہونگے -

(۲) جس قدر ہر دو حصے نورالحق میں اشعار ہیں اسی قدر آپکے رسالہ میں بھی اشعار چاہیں ہرگز اختیار نہیں ہوگا کہ اشعار اس سے کم ہوں -

(۳) جو قصیدہ نونیہ ہو اس کے مقابل پر نونیہ وعلی ہذا القیاس

(۴) ہر ایک بحر کے مقابل وہی بحر ہو اور جسطرح ہماری کتاب کا ہر ایک فقرہ فقرہ مقفا ہو اور استعارات لطیفہ پر مشتمل ہوں یہ پابندی بھی آپ پر واجب ہوگی

(۵) جہاں قصائد میں التزام علمی مضامین یا کسی امر کے دلائل بیان کرنے کا التزام ہے وہی التزام آپ کی طرف سے ہوگا - وجسطور کی سلسلہ بندی کہ نظم میں یا نثر میں ہمنے بنایا ہے ایسی ہی سلسلہ بندی انجام تک آپکے ذمہ ہوگی -

(۶) یہ ضروری ہوگا کہ آپ کا رسالہ فن کی دکاوہ ... کا مصداق نہ ہو - از قسم ہزل نہ ہو - بلکہ جیسا کہ ہمارا رسالہ مباحث علمی پر مبنی ہو - اگر کسی جگہ آپکو کسی بیان میرے سے اتفاق ہو تو اتفاق ظاہر کریں اور معارف جدیدہ بیان کریں - اور اگر کسی جگہ اختلاف ہو تو ہمارے مباحث علمیہ کو رد کرکے دکھلائیں اور جیسے میرے اشعار ایک مضمون کے بیان کرنے میں مسلسل چلے جاتے ہیں یہی شرط آپ پر ملحوظ رہے یا اینہمہ اشعار اشعار کی تعداد سے مطابق ہوں اور شعر شعر کی تعداد سے مثلاً اگر میرے رسالہ میں دو سو شعر پایا جائے تو آپ کے رسالہ میں بھی دو سو شعر ہونا ضروری ہوگا -

(۷) آپ کا اختیار نہیں ہوگا کہ کوئی مضمون چھوڑ دیں بلکہ آپ کا رسالہ میرے رسالہ کی تصدیق

یا تکذیب پر مشتمل ہوگا

(۸) آپ کے لیے کسی اُس تاریخ سے دو مہینے کی مہلت ہوگی کہ جب فریقین کی تحریر کسی اخبار کے ذریعہ شائع ہو کر آپ کو رسالہ نورالحق مل جائے۔

(۹) اگر آپ دو ماہ میں بالمقابل رسالہ شائع نہ کر سکیں تو آپ کو یہ اقرار کرنا ہوگا کہ میں جس مقابلہ کے لیے اُٹھا تھا اس میں میں نے شکست کھائی

(۱۰) بالمقابل دونوں رسالوں کے نقص اور کمال دیکھنے کے لیے منصف مقرر ہونگے اور کم سے کم اُن میں ایک آدمی ایسا ادیب ہوگا جو اہل زبان اور عرب کے کسی حصہ کا رہنے والا ہو۔ منصف یہ بھی دیکھیں گے کہ شوکت کلام اور متانت کلام اور پُر برکت اور پُر تاثیر مضمون اور حق اور راستی کی پابندی سے اور بلاغت سے بھرا ہوا کس کا مضمون ہے۔ اگر میری شرائط میں سے کوئی شرط بالمقابل رسالہ لکھنے کے لیے ہو۔ جو میرے رسالہ میں نہ ہو تو آپ وہ ساقط کرا سکتے ہیں

یہ شرائط ہیں جنکی پابندی آپ پر لازم ہوگی اگر آپ کو منظور ہوں تو ایک پانچ دن کے لیے قادیان میں آ جائیں آپ کے آنے جانے کا خرچ میرے ذمہ ہوگا اگر چاہو تو پہلے بھیجدوں اسجگہ کا غذ معاہدہ آپ کے روبرو لکھا جائیگا اور پھر فریقین کے دستخط اور گواہوں کی شہادت سے شائع کرا دیا جاوے گا اور اگر آپ کسی شرط کی برداشت نہ کر سکیں اور وجہ معقول بتا دیں تو اس شرط میں کسی قدر ترمیم کر دیجائے گی پھر لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالے غالب آتا ہے یا آپ غالب آتے ہیں۔ میں اسقدر آپکو کچھ لکھا پڑھا نہیں سمجھتا جو کچھ ہوگا خدا تعالے کی طرف سے ہوگا اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں کہ میں خدا تعالے کی طرف سے ہوں اور خدا تعالے میرا مولیٰ ہے تو خدا تعالے مجھکو ذلیل کرے گا اور میری رسوائی ظاہر کرے گا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ رسوا ہوگا جو میرے مقابل پر آئے گا کیونکہ میں کچھ نہیں سب کچھ خدا تعالے کی طرف سے ہے۔ یہ کہاں انسان سے ہو سکتا ہے کہ باوجود صدہا مشغولیوں اور دماغی ضعف اور علالت کے ایسی تصنیف ایسی عجلت کر سکے۔

یہ بھی یاد رہے کہ میں نے افسوس کے ساتھ اس مقابلہ کو منظور کیا ہے میں اسوقت عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوں۔ ایک وہ گروہ ہے جو صدق دل سے اپنے وطن چھوڑ کر میرے پاس آ بیٹھے ہیں اور خدمت میں مشغول ہیں۔ کوئی کسی تالیف میں مشغول ہے کوئی خطوط نویسی میں مدد دیتا ہے اور کسی نے انگریزی خط لکھنے کا ذمہ لیا ہے اور کوئی عربوں کے خطوط کا عربی میں جواب دیتا ہے۔ اور چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھکر اس جلشانہ کی راہ میں فنا ہو رہے ہیں اپنا گھر بار چھوڑ کر غریبوں کی طرح نان و نمک پر گذارہ کر رہے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ بعض اُن میں بہت رقیق القلب ہیں بات بات میں انکے آنسو جاری دیکھتا ہوں بعض فاضل ہیں عالم ہیں ادیب ہیں خاکسار ہیں لیکن افسوس کہ آپکو بے جا ضد اور عمر کا فکر نہیں کیا اچھا ہوتا کہ محبت کے ساتھ دینی فکر میں مشغول ہوتے اور مددگاروں میں شامل ہو جاتے اور مجھے راحت پہونچاتے اور اسکا اجر پاتے لیکن نہیں سمجھتے۔ مثلاً رسالہ نورالحق لاہور میں چھپ رہا ہے اور یہ کسی خود نمائی کی غرض سے نہیں بلکہ محض اُن پلید عیسائیوں کا مُنہ بند کرنے کے لیے ایک ہتھیار ہے جو قرآن شریف پر ٹھٹھا اور اس پاک کلام کی فصاحت پر حملہ کر رہے ہیں مگر میں قادیان میں ہوں اور لاہور میں چھپتا ہے لاہور میں کوئی آدمی ایسا نہیں کہ پروف کو بھی دیکھ سکے اور محنت کرے اور اسمیں غور کرے اور کوئی غلطی ہو تو درست کر سکے آخر پروف میرے پاس آتا ہے اور میں بیمار طبع ہوں کوئی محنت کا کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ادنی توجہ سے دردسر شروع ہو جاتا ہے پھر غلطی رہنے کا احتمال ہوتا ہے بعض ادیب درست ہیں وہ بھی خدمات سے خالی نہیں اور ہمیشہ پاس نہیں رہ سکتے ایک عرب صاحب محض خط لکھنے کے لیے مقرر ہیں وہ دوسرا کام نہیں کر سکتے ان باتوں کے خیال سے دل بہت دُکھتا ہے مجھے اس کی کیا غرض کہ میں نفسانی دعوی کروں اور اگر کوئی اس عزت کو لینے والا ہو یہ سب عزۃ اسکو دیدوں مگر دینی غمخوار کم ہیں۔ اب نورالحق کے لیے پانچہزار روپے کا اشتہار شائع کر چکا ہوں اور چودہ سو اشتہار اردو میں شائع کر چکا ہوں جس سے ایک آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں اور اب چودہ سو انگریزی میں چھپ رہا ہے۔ یہ تو سبے اسلامی غیرت سے اپنی اس علیل طبیعت میں کیا اور نہایت سرسری نگاہ سے صرف چند روز میں اسکو تمام کیا اور میرے دوست جانتے ہیں کہ علاوہ اسکے کہ سو سو شعر گھنٹہ میں طیار ہوئے پھر اگر ایسے اسباب کے ساتھ احتمال غلطی نہ ہو تو غلطی کے لیے اور کون سے اسباب ہوا کرتے ہیں بعض وقت لکھتا ہوں تو آنکھوں کے آگے اندھیرا اُتر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ شاید آگے تحریر کا قائم مقام نہیں پاتا جو بجلی جیسا کانوں کا خلش ہو جاتی ہے۔ اگر آپ محبت کی رو سے یہ خدمت اختیار کرتے جو رسالہ نورالحق کو بھی تدبر سے دیکھتے اور بطور خدمت کرتے اور غلطی پاتے تو اسکو درست کر دیتے اور عیسائی گروہ پر رعب ڈالنے کے لیے کوئی تقریظ لکھتے۔ نشست کا سامان نہیں اور جلدی سے جیسے بطور کھینچدیں ہیں اور یہ خط بھی ایک بارد فرست نکال کر لکھا ہے مگر ہمیشہ مجھے اپنے ہاتھ سے لکھنے کی فرصت نہیں اور میں نے کوئی کام محنت سے کر کر لکھا اور دو کچھ سرسری کیا اور دیکھنے کا مقام تھا۔ اکثر لوگ کا فرد جال بے ایمان کہتے ہیں بری بری گالیاں نکالتے ہیں انکی کچھ پروا نہیں کیونکہ یہ معاملہ خدا تعالی سے ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ میں نے کوئی نئی بات آپکی کتاب میں نہیں دیکھی ورنہ میں اول المومنین میں ہوتا حضرت من جانب اللہ بانے کی آرزو سے تو میں فارغ ہوں اور خدا تعالی نے مدت سے ان خیالات سے میرا دل بھر دیا ہے میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجکو تعظیم سے دیکھیں اور میری شان زیادہ ہو اور میری نسبت کسی کمال کا یقین کریں خدا تعالے کے الہام کو صرف تبلیغ کیطور پر میں نے ہر ایک کو پہونچا دیا ہے مگر میں اپنی پرستش کروانی نہیں چاہتا۔ اگر آپ کے دل میں خدا تعالے نیک بات ڈالدے تو آپ خطوط کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں ورنہ میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا اگر آپ اپنے خیال بالمقابل تالیف کے فیصلہ کے لیے قادیان میں آ دیں تو اگرچہ ایسی باتوں سے میں دلی کراہت کرتا ہوں تاہم مجکو منظور ہے شاید آپ کے لیے اسمیں کچھ فائدہ ہو یہ فیصلہ ملاقات سے ہو سکتا ہے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب اسی جگہ موجود ہیں کئی دن سے آپ کا خط پہونچا ہوا ہے مگر میں درد سر سے بیمار رہا طاقت نہیں تھی آج ذرا افاقہ ہوا تو خط لکھا ہے مگر ڈاک روانہ ہو چکی ہے شاید تیسرے دن آپ کو خط ملے گا۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

۳ - اپریل سنہ ۱۸۹۴ء

## مذہبی دُنیا پر سرسری نظر

**یہ وفاداری ہے یا حماقت۔**

علاقہ مدراس میں ایک ہندو اپنے خاوند کی وفات سے تھوڑی دیر بعد دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لی۔

تعجب ہے کہ ستین اور سمجھدار اخبار اس واقعہ کی وفاداری اور سچی محبت کا نمونہ قرار دے رہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور اخلاقی کمزوری بے صبری کا نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہے کہ اخلاقی قوت اور استقلال اسوقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتا جبتک انسان اللہ تعالے کی پاک ذات پر سچا ایمان نہ لاوے جو بغیر اسلام کے پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہے جو خودکشی سے روکتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

**عفاک اللہ نکوگفتی**

شحنہ ہند نے اس بیہودہ خبر پر جو اخبارات میں آنحضرت صلعم کے روضہ مبارک کے شق ہونیکے متعلق ہے ایک نوٹ لکھا ہے اور اسمیں یہ فقرے قابل غور لکھے ہیں: "مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں کہ کوئی نبی یا ولی موت کے بعد زندہ ہو یا دنیا میں زندہ ہو سکتا ہے البتہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ مسیح ۳ روز کے بعد قبر سے زندہ اُٹھے اور آسمان پر چلے گئے اور اب خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہوئے دنیا کا انتظام کر رہے ہیں اور آسمانی باپ کی بھیڑوں کو خونخوار بنکر بھیڑیوں کی پھاڑنے والی کچلیوں بچا رہے ہیں اسلام تو ایک حکیمانہ مذہب ہے جو ایسی توہم پرستیوں اور حماقتوں سے بمراحل دور ہے وغیرہ وغیرہ" شحنہ ہند نے اس نوٹ سے دو باتوں کو ثابت کر دیا ہے۔ اول یہ کہ مُردے زندہ نہیں ہوتے اور اسطرح ضمناً مان لیا ہے کہ مسیح کے معجزات مردہ جلانے کے کچھ اور معنی رکھتے ہیں دوسرے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ مسیح زندہ آسمان پر نہیں گئے۔ ہم شحنہ کی اس رائے سے پورا اتفاق رکھتے ہیں۔ سچائی آخر سچائی ہے۔ اس نوٹ میں ایک اور فقرہ بھی قابل غور لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ "ان حمقا کے نزدیک کوئی نبی اور ولی اور پیر مرتا ہی نہیں سب زندہ ہیں" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو زندہ ماننا بھی دانشمندی نہیں۔ مفصل پھر لکھیں گے۔

**مذہبی آزادخیالی کی ترقی**

لنڈن کا نامہ نگار اخبار ایڈوکیٹ رقمطراز ہے کہ حال ہی میں میری نظر سے ایک ایسا واقعہ گذرا ہے جو اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ امریکہ میں کسی نہ کسی طرح اب وہ زمانہ جبکہ مذہبی معاملات میں خودرائی کی اجازت تھی گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ امریکہ کے قریب قریب تمام کالجوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ طلبا کو اپنی پولیٹیکل اور مذہبی عقائد تحریر کرنا ہوتے ہیں۔

پادری وکٹر ڈوئین سکنہ نیویارک بیان فرماتے ہیں کہ باڈون کالج کے اعلیٰ درجوں کے طلبا نے باتفاق رائے ایک ایسا عقیدہ قائم کر لیا ہے جسپر تعلیم یافتہ اہل ہنود و اہل اسلام ضرور ناز کرینگے۔ اس درجہ میں ۶۰ طالب علم ہیں اور ہر ایک کے مذہبی عقائد جداگانہ ہیں حتیٰ کہ آزاد منش سے لیکر راسخ الاعتقاد تک ہیں۔ جب یہ طالب علم بی اے کے درجہ کی کتابیں پڑھ چکے جسمیں سائنس فلسفہ کافی طور پر ہوتا ہے تو پریسیڈنٹ صاحب ڈاکٹر ہائڈ نے جو ایک آزادخیال پادری ہیں ہر ایک طالب علم سے کہا کہ اپنے مذہبی عقائد تحریر کریں۔ غرض ہر ایک طالب علم نے مختلف عقائد تحریر کر دیے اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے تمام طلبا کو اپنے پاس طلب کر کے اُن نتائج پر بحث کی جو تمام تحریرات سے اخذ کیے تھے گو آپ نے اُن تمام نتائج کے اخذ کرنے میں اور وقت بیان ذاتی الفاظ استعمال کیے تھے لیکن ہر ایک طالب علم کے خیال بجنسہ قائم رکھے تھے دو گھنٹے تک بحث ہونے کے بعد آخرکار تمام طلبا نے باتفاق رائے عقائد مندرجہ ذیل قائم کیے جو اخبار ڈیلی نیوز میں عوام کی اطلاع کے لیے درج کیے جاتے ہیں

**عیسائیوں کے لیے مجموعہ عقائد**

میں ایک خدا مانتا ہوں جو قدرت میں بحیثیت قانون۔ سائنس میں بحیثیت حقیقت۔ صنعت بحیثیت حُسن۔ تاریخ میں بحیثیت انصاف سوسائٹی میں بحیثیت ہمدردی اور سب سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ میں بحیثیت ہمارے اعلیٰ آئیڈیل کے حاضر و ناظر ہے میں انجیل کو اظہار مرضی خدا و تدبیر معرفت انسان مانتا ہوں دعا کو میں اپنے تئیں خدا کی مرضی پر چھوڑنا اور گرجے کو ان لوگوں کی جائے صحبت مانتا ہوں جو دنیا میں خدا کی مرضی پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں پرستش کو کام کرنے کی موبیت کا ایک اعلیٰ درجہ۔ ایثار علی النفس کو گمراہ کو راہ راست لانے کی اُجرت سمجھتا ہوں۔ نجات کو خود غرضی سے کنارہ کشی کر کے دوسروں کی خدمت کرنا مانتا ہوں اور عدل کو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صریح واقعہ ہے کہ بمقابلہ ظالم۔ عیاش۔ کمینہ۔ مغرور اور باطل کے ہر وقت اور ہر مقام میں حلیم۔ فیاض سلیم۔ اور پاک باطن فوقیت رکھتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کے ناظرین اس امر میں مجھ سے اتفاق کرینگے کہ اگر مذہب عیسوی ہمیشہ ان وسیع۔ نایاب اور آزادانہ الفاظ میں ظاہر کیا جائے تو انجیل مقدس کی تعلیم کا اصل منشا پادریوں کے خیالات کے مطابق بہت جلد آ سکتا ہے۔

## اطلاع

موسمی بخار کی وجہ سے چھاپنے والا عملہ کچھ ایسا بیمار ہوا ہے کہ کئی دنوں سے کارخانہ بالکل بند ہے جو اور بھی اخبار کی دیر سے اشاعت کا موجب ہو رہا ہے۔ ان قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے ہم اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ اس توقف اور تعویق میں ہمیں معذور سمجھیں۔ محض اس لحاظ سے کہ اخبار کی بروقت اشاعت کا انتظام ہو جاوے۔

ہم ۱۷ر اکتوبر کے اخبار کو ۱۷، اور ۲۴ اکتوبر کے الحکم کا مجموعہ قرار دیتے ہیں اور ۲۴ اکتوبر کے الحکم ۲۴ اور ۳۱ کا نمبر سمجھا جاوے گا۔ بہرحال جسقدر کمی آخیر سال تک اخبار کی رہ جاوے گی اُسے ہم کسی دوسری صورت میں انشاء اللہ پوری کر دینگے

مندرجہ بالا وجہ کی بنا پر تفسیر القرآن کے دوسرے پارہ کا بقیہ بھی ابھی مکمل نہیں ہوا۔

## یاددہانی

جن حضرات کے ذمہ مطبع کا کچھ بھی بقایا ہے وہ بہت جلد اپنا اپنا حساب بیباق فرما کر کارخانہ کی اعانت فرماویں۔ (ایڈیٹر)

# الہام و رسالت

اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل جو قدرت نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔ جسم میں وہ ایک ایسا چراغ روشن ہے جو اوس کو ہر رنگ تاریکی اور ٹھوکر سے بچاتا اور بھلائی اور نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔ عقل ہی سے انسان ہر طرح کی اصلاح اور تہذیب اور شائستگی حاصل کر سکتا ہے۔ جب عقل میں ذرا فرق آجائے تو آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔ اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کر سکتا نہ نیک و بد کو سمجھ سکتا ہے۔

لیکن جہاں اس عقل میں تمام خوبیاں اور سترا پانکوئیاں ہیں۔ وہاں اتنا نقص بھی لگا ہوا ہے کہ یہ خطا سے محفوظ نہیں۔ کتنا ہی بڑا عقلمند حکیم اور فلاسفر کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت وہ ضرور چوک جاتا ہے اور کوئی رائے ایسی دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت برا اور خطرناک نکلتا ہے۔

عقل کے خطا کرنے اور عدم استقلال کا نظارہ دیکھنا ہو تو یونان وغیرہ کے حکماء کے خیالات میں دیکھو۔ کسی نے پہلے ایک امر کی بابت کچھ خیال کیا ایک مدت تک لوگ اوس کی بات کو کالوحی سمجھتے رہے۔ دوسرے نے اوس کے برخلاف رائے دی اور پہلے کا سارا تار و پود ادھیڑ دیا پھر لوگوں نے اوس کو رہنما بنایا۔ بطلیموس نے آفتاب کو زمین کے گرد پھرایا اور زمین کو مرکز عالم ٹھیرایا افلاطون اور ارسطو جیسے نامی حکماء تک اسی کے مقلد رہے اور سب کا یہی خیال تھا کہ ہماری زمین ہی مرکز عالم ہے۔

بعد میں حکیم فیثاغورث نے بالکل اس کے برخلاف رائے دی اور نظام بطلیموس سے مخالفت کر کے آفتاب کو مرکز عالم ٹھیرایا اور زمین کو اوس کے گرد گھمایا اور ایسا دلائل سے مبرہن کیا کہ سب حیران رہ گئے۔ اہل یورپ اور تمام مہذب اقوام آج کل اسی حکیم کے پیرو ہیں۔

علم الہیات میں ان حکماء کا اور بھی باہم سخت اختلاف اور تضاد رہا ارسطو جیسا فاضل حکیم انبیاء کی طرح روح مجرد ہی کا قائل تھا اس کے سارے پیرو بھی اسی بات کے قائل تھے سقراط کا قول تھا کہ ہماری حیات اللہ تعالیٰ کی حیات سے مغایر ہے۔ باری تعالیٰ کی حیات اس کی ذاتی ہے۔ اور ہماری حیات ذاتی نہیں اس لئے اوس پر فنا آتی ہے اون میں سے بعض حکماء روح کے قدیم اور غیر مخلوق ہونے کے بھی قائل ہوئے جو صریحاً شریعت انبیاء اور صداقت کے برخلاف ہے۔ بعض حکماء نے یہ کہا کہ روح کچھ شے ہی نہیں۔ صرف ترکیب بدنی کے ایک خاص انداز کا نتیجہ روح کہلاتا ہے۔ جو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔

لیکن ارسطو اور اوس کے اوستاد افلاطون کا یہ قول تھا کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد اپنی اوس خاصیت کے ساتھ باقی اور قائم رہتی ہے جو اوس کو جسم کے ملنے سے حاصل ہوئی افلاطون نے یہ بھی کہا۔ کہ نیک آدمی کی روح بدن سے جدا ہونے کے بعد روحانیوں میں جا ملتی ہے اور ابدی عیش حاصل ہو جاتا ہے اور بد آدمیوں کی روح بدن سے جدا ہونے کے بعد خبیث روحوں میں جا ملتی ہے اور ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے (ملل و نحل صفحہ ۳۳ و ۳۴ جلد ۲)

اس قول سے آریوں کا تناسخ باطل ہوا۔ اور شریعت کے موافق علیین اور سجین اور جنت و دوزخ کا ثبوت ہوا اور آریوں کا وہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ جو ازلی نہیں وہ ابدی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ افلاطون نے روح کے عذاب و ثواب کو ابدی کہا اور روح کا حادث ہونا ارسطو کے قول سے منقول ہوا۔

کئی حکماء نے تناسخ کو مانا۔ اور اکثر حکماء نے اوسے باطل قرار دیا اور کہا کہ ہر ایک انسان کی روح اپنی خصوصیت کے ساتھ ایسی خصوصیت رکھتی ہے جو دوسرے کے ساتھ مشابہ نہیں ہو سکتی اور کوئی روح دوسرے جسم میں توالد و تناسل کے ذریعے سے داخل ہی نہیں ہو سکتی اسلئے کہ وہ جنین جس نے ایک عورت کے رحم میں جنم لیا ہے اوس کا جسم اوس خاصیت اور تاثیر کا بنا ہے جو ماں باپ نے غذائیں کھائیں۔ اور ان غذاؤں کا خلاصہ اور ست یعنی خاصیت اور تاثیر کا نطفہ (بیج) اور حیض کا خون (زمین) ہے اوسی کے موافق اوس جسم کی خاصیت اور تاثیر ہوا اوس کے آئندہ فطرتی اعمال و افعال ہونگے۔ پس اوس جنین میں کوئی دوسری روح جو سابقہ جنم کے اعمال کی وجہ سے اور خاصیت اور تاثیر اور افعال و اعمال کی مقتضی ہے ہرگز ہرگز داخل ہی نہیں ہو سکتی اور اس بیان سے تناسخ کا بطلان ایسا اظہر من الشمس ہے جیسا دو اور دو چار۔

تو غرض یہ ہے کہ حکماء اور فلاسفر میں علم الہیات میں بہت سخت اختلاف رہا کسی نے سزا و جزا کو قیامت پر موقوف رکھا کسی نے تناسخ پر۔ کسی نے انسان کو گھاس پھوس اور اور حیوانوں کی طرح سمجھا کسی نے ماہیت اشیاء کو وہی سمجھا۔ ایسے اختلاف کی حالت میں ایک طالب حق کسی یقینی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کے لئے کوئی خدا کی طرف سے سچا معیار اور قول فیصل ہو۔ یہی قول فیصل۔ **وحی اور الہام** ہے۔

فلاسفہ وقت کی بلند پروازی صرف منطق ریاضی اور طبعیات تک محدود تھی چونکہ منطق اور ریاضی اور طبعیات علوم یقینیہ میں سے ہیں۔ اس لئے .... عوام کو ضرور مغالطہ گزرتا ہے کہ شاید الہیات اور امور مابعد الموت میں بھی اون کا استدلال ٹھیک ہو لیکن یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ الہیات حصہ انبیاء کا ہے۔ کیونکہ الہیات کے موضوعات علم الغیب میں داخل ہیں اور علم غیب خاصہ انبیاء کا ہے۔ دوسروں کو اوس پر اطلاع ممکن نہیں۔ **وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول** اور اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ اوسے اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔ وہی جاننے والا غیب کا ہے سو اوس کی غیوبات پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا مگر وہ رسولوں میں سے جس کو انتخاب کرے وہ مطلع ہو کر اوروں کو اطلاع دے سکتا ہے

فلاسفہ کی عقل صرف مشاہد محسوسات تک محدود تھی اوس سے بڑھ کر وحی و الہام کے اسرار غامضہ کے فہم و تفہیم کا دماغ نہ رکھتے تھے اور اپنی عقل ناقص کے مطابق رنگا رنگ کی تاویلات و تسویلات باطلہ سے جہلاء وقت کا دل خوش کیا کرتے تھے اور اپنے تئیں فیلسوف وقت کہلاتے تھے اور ان کے دل الہی روشنی سے منور نہ تھے ہمیشہ ان فلاسفہ کے علم الہیات میں سخت اختلاف رہا فلسفہ کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ انسان کے خیالات طبعزاد کا تختہ مشق رہا ہے اور انسان خواہ کیسا ہی باکمال ہو وہ ہرگز سہو و خطاء سے مبرا نہیں۔ **الانسان مرکب من السھو والنسیان** مشہور مقولہ ہے علم الہی کے مقابلہ میں اوس کی کوئی حیثیت نہیں۔

فلسفہ حکماء ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا کبھی ایک بات پر نہیں ٹھیرا۔ لیکن فلسفہ الہی ہمیشہ اور ہر زمانے میں ایک ہی وضع اور رنگ پر رہا اس میں کبھی تغیر و اختلاف ہوا ہی نہیں۔ اور نہ ممکن ہے کیونکہ وہ بلاشبہ علم الہی ہے اور علم الہی میں اختلاف ممکن ہی نہیں **فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ولن تجد لسنت اللہ تحویلا۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک الدین القیم** (باقی ہے)